ورلڈ اسلامک فورم کا ترجمان

ماہنامہ
الشریعہ
لندن — گوجرانوالہ

جلد ۵ ○ دسمبر ۱۹۹۴ء ○ شمارہ ۱۵

زیر سرپرستی: شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر گوجرانوالہ

رئیس التحریر: ابو عمار زاہد الراشدی

نائب الرئیس: مولانا محمد عیسیٰ منصوری

مدیر: حافظ محمد عمار خان ناصر

ادارہ تحریر

مولانا مفتی محمد عیسیٰ گورمانی — گوجرانوالہ
قاضی محمد رویس خان ایوبی — میرپور
پروفیسر غلام رسول عدیم — گوجرانوالہ
حاجی محمد فیاض خان سواتی — گوجرانوالہ
حافظ محمد اقبال رنگونی — مانچسٹر
الحاج ناصر سردار خان — گوجرانوالہ
انجینئر طارق محمود — برمنگھم
حافظ محمد عزیز احمد آزاد — گوجرانوالہ
مولانا منیر الدین قاسمی — بنگلہ دیش

مجلس مشاورت

مولانا محمد یونس پٹیل — جنوبی افریقہ
الحاج غلام قادر — لندن
حاجی محمد اسلم
مولانا محمد اختر کشمیری — نیویارک
ڈاکٹر افتخار احمد — لندن
مولانا کلیم احمد
مولانا محمد فاروق سلطان — کوپن ہیگن
حافظ سید سعید احمد شاہ — ٹورنٹو

انتظامیہ

حافظ عبید الرحمن ضیاء
حافظ ناصر الدین خان عامر

فہرست مضامین

کلمہ حق	مدیر اعلیٰ	۲
ذرائع ابلاغ کا کردار	محمد صلاح الدین	۵
شیعہ سنی کشیدگی	مدیر اعلیٰ	۱۹
کنعان سے مصر تک	محمد یاسین عابد	۲۹
تعارف و تبصرہ	ابو الحقائق چاریاری	۳۳
الشریعہ کی جلد ۵ کا مکمل اشاریہ	عبید الرحمن ضیاء	۳۹

زر خریداری

فی پرچہ — سالانہ
یورپ — دس برطانوی پونڈ
امریکہ — پندرہ ڈالر
مڈل ایسٹ — پچاس سعودی ریال

ترسیل زر کے لیے

○ ماہنامہ الشریعہ اکاؤنٹ نمبر ۱۲۶۰
حبیب بینک تھانے والا بازار گوجرانوالہ
○ مہتمم ماہنامہ الشریعہ
جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ

ناشر
حافظ محمد عبد المتین خان زاہد

کمپوزنگ: سعید کمپیوٹرز

طابع: [illegible]

WORLD ISLAMIC FORUM
35 STOCK WELL GREEN
LONDON SW9 (UK)
TEL : 071 - 737 - 8199

الشریعہ اکادمی

مالاکنڈ ڈویژن میں نفاذ شریعت کی جدوجہد

اور

دینی جماعتوں کی افسوسناک سرد مہری

مالاکنڈ ڈویژن اور باجوڑ ایجنسی میں نفاذ شریعت کا مطالبہ طاقت کے بل پر وقتی طور پر دبا دیا گیا ہے اور عوام کو ان کے مطالبات پورے کرنے کا وعدہ کر کے سردست خاموش کر دیا گیا ہے' لیکن وہاں سے آنے والی خبروں کے مطابق چنگاری اندر ہی اندر سلگ رہی ہے اور اس کے کسی بھی وقت دوبارہ بھڑک اٹھنے کے امکانات موجود ہیں۔

اس خطہ کے غیور مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ انہیں شریعت کا قانون دیا جائے' قرآن و سنت کے مطابق اپنے تنازعات کے فیصلے کرانے کا حق دیا جائے اور پیچیدہ نو آبادیاتی عدالتی نظام کی بجائے سادہ' سہل الحصول اور فوری انصاف کے اصول پر مبنی اسلامی عدالتی نظام دیا جائے۔ یہ مطالبہ نہ تو آئین کے منافی ہے کہ ملک کا آئین اپنے شہریوں کو اسلامی قوانین کے نفاذ کی ضمانت دیتا ہے اور نہ ہی غیر منطقی اور اجنبی مطالبہ ہے کیونکہ بحیثیت مسلمان ہم قومی زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی احکام و قوانین پر عملدرآمد کے پابند ہیں اور پاکستان کا قیام ہی اس مقصد کے لیے عمل میں لایا گیا تھا۔

شریعت کا مطالبہ کرنے والوں کے خلاف ریاستی طاقت کے اندھا دھند استعمال کا جواز یہ پیش کیا جارہا ہے کہ انہوں نے ہتھیار اٹھا لیے تھے اور ریاستی سسٹم کو چیلنج کر دیا تھا' لیکن یہ دلیل پیش کرنے والے اس بات کو بھول رہے ہیں کہ ہتھیار تو اس خطہ کے لوگوں

کی روزمرہ کی زبان ہے اور انہیں یہ زبان بولنے پر مجبور بھی ریاستی سسٹم نے ہی کیا ہے‘ ان کے ساتھ وعدے کر کے بھلا دیے گئے‘ یقین دہانیاں کرا کے نظر انداز کر دی گئیں اور معاہدے کر کے توڑ دیے گئے۔ اس لیے انہوں نے احتجاج کے لیے وہی زبان استعمال کی جو وہ جانتے تھے۔ ان کا یہ احتجاج ملک کے خلاف نہیں‘ ملکی نظام کے خلاف ہے۔ انہوں نے ملک سے علیحدگی کا اعلان نہیں کیا بلکہ ملک کے اندر رہتے ہوئے ملک کے آئین کی طرف سے دی گئی ضمانت کو پورا کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ اس لیے ان کی جدوجہد کو بغاوت سے تعبیر کرنا درست نہیں ہے اور طریق کار سے اختلاف کی گنجائش کے باوجود اس جدوجہد کی حمایت اور پشت پناہی ملک کی دینی قوتوں کی ذمہ داری ہے۔ اس حوالہ سے ملک کی دینی جماعتوں اور نفاذ شریعت کی دعویدار قوتوں کا کردار قطعی طور پر غیر تسلی بخش رہا ہے‘ وہ ذہنی تحفظات کے خول میں بند رہیں اور اخباری بیانات کے ذریعہ اس "جہاد" میں شرکت کر کے مطمئن ہو گئیں کہ انہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اس طرز عمل نے عوام کی مایوسی میں اضافہ کیا ہے جو ہمارے نزدیک بہت بڑا نقصان ہے۔

دینی جماعتوں کے قائدین کو چاہیے کہ وہ مل بیٹھیں اور شمال سے اٹھنے والی نفاذ شریعت کی جدوجہد کو صحیح رخ پر آگے بڑھانے کے لیے مشاورت اور راہ نمائی کا اہتمام کریں تاکہ مالاکنڈ ڈویژن اور باجوڑ ایجنسی کے غیور مسلمانوں کے ساتھ یک جہتی کے اظہار کے ساتھ ساتھ قومی سطح پر نفاذ شریعت کی جدوجہد کو منظم کرنے کی راہ ہموار ہو۔

جہاں تک مالاکنڈ ڈویژن اور باجوڑ ایجنسی میں تحریک نفاذ شریعت کے پس منظر‘ مطالبات اور تازہ ترین صورت حال کا تعلق ہے‘ راقم الحروف اس سلسلہ میں حالات کا براہ راست جائزہ لینے کے لیے چند روز تک وہاں جا رہا ہے اور اس کی تفصیلی رپورٹ "الشریعہ" کے اگلے شمارہ میں قارئین کی خدمت میں پیش کر دی جائے گی‘ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان کا

امیرِ شریعت نمبر

حصہ دوم

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت! دسمبر ۱۹۹۲ء میں حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے صد سالہ یومِ ولادت کے موقع پر امیرِ شریعت نمبر (حصہ اول) کی ایک ضخیم اشاعت آپ کی خدمت میں پیش کر چکا ہے۔

الحمدللہ! ہماری اس کاوش کی ملک بھر میں زبردست پذیرائی ہوئی اور اہلِ علم و دانش نے خراجِ تحسین پیش کر کے ہماری بے پناہ حوصلہ افزائی کی۔

ہماری خواہش ہے کہ حضرت امیرِ شریعت کی شخصیت کے حوالے سے آج تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس بکھرے ہوئے مواد کو یکجا کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ تمام مواد تقریباً پانچ اشاعتوں میں مکمل ہو گا۔

- حصہ دوم، صفحات ۵۰۰، طباعت کے لئے طیار ہے۔
- مگر اشاعت کے مصارف معدوم ہونے کی وجہ سے اب تک شائع نہ ہو سکا۔
- اس اہم نمبر کی اشاعت میں آپ ہمارا ہاتھ بٹائیں۔
- اصل قیمت۔/۳۰۰ روپے ہے۔
- آپ۔/۲۰۰ روپے پیشگی جمع کرا کر رعایتی قیمت میں حاصل کر سکتے ہیں۔
- یہ تاریخی نمبر ان شاء اللہ نومبر ۱۹۹۴ء کے آخر میں قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔
- رفقاءِ امیرِ شریعت اور قدیم احرار کارکنوں سے درخواست ہے کہ وہ حصہ سوم کے لئے غیر مطبوعہ یا مطبوعہ مضامین، احرار سے متعلق اخبارات و جرائد، اکابرِ احرار کے خطوط، تاریخی تصاویر یا دیگر دستاویزی ریکارڈ اگر رکھتے ہوں تو اصل یا فوٹو سٹیٹ ادارہ کو ارسال کر کے اس کارِ خیر میں اپنا حصہ ڈالیں۔
- امانتاً ارسال کیا جانے والا مواد پندرہ یوم کے اندر واپس کر دیا جائے گا۔ فوٹو سٹیٹ اور ڈاک کے مصارف ادارہ برداشت کرے گا۔

سید محمد کفیل بخاری، مدیر مسئول ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت،
داربنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

محمد صلاح الدین، (مدیر اعلیٰ ہفت روزہ) "تکبیر"

اسلامی نظام تعلیم و تربیت میں
ذرائع ابلاغ کا کردار

۶ اگست ۱۹۹۴ء کو اسلامک کلچرل سنٹر ریجنٹ پارک لندن میں ورلڈ اسلامک فورم کے دوسرے سالانہ تعلیمی سیمینار سے مدیر تکبیر جناب محمد صلاح الدین کا خطاب۔

دنیا میں اور تاریخ کے کسی عہد میں، ایسا کوئی انسانی معاشرہ کہیں نہیں پایا گیا جس کی زندگی کسی نہ کسی نظام فکر و عقیدہ پر مبنی نہ رہی ہو اور جس میں اس فکر و عقیدہ کے اظہار و ابلاغ کی کوئی نہ کوئی صورت موجود نہ رہی ہو۔ انسانی زندگی کا آغاز تخلیق آدمؑ کے واقعہ سے ہوا۔ آدمؑ کے پیکر خاکی میں جان پڑتے اور شعوری زندگی کا آغاز ہوتے ہی دو صفات کا ظہور ہوا۔ ایک اپنے خالق کی موجودگی کا احساس و اعتراف اور دوسرے اس کے عطا کردہ علم کے اظہار کے لیے قوت گویائی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ، آدمؑ اور فرشتوں کے درمیان جو تبادلہ خیال ہوا اس میں "گفتگو" (Dialogue) پہلا ذریعہ ابلاغ (Communication Medium of) بنی۔ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کے جوڑے کی صورت میں جنت کے اندر جس معاشرتی زندگی کا آغاز کیا گیا اس کے لیے جائز اور ناجائز، حلال اور حرام، مباح اور ممنوع اور معروف اور منکر کی صراحت پر مبنی ایک ضابطہ حیات دیا گیا اور اقدار (Values) کا شعور بخشا گیا۔ ابلیس کے ساتھ کشمکش کا آغاز انہی اقدار کے تحفظ کے سلسلہ میں ہوا۔ گویا انسان کو جو پہلا چیلنج درپیش ہوا وہ جان اور مال کے تحفظ کا نہ تھا، اقدار حیات کے تحفظ کا تھا اور اس میں ناکامی نے اسے جنت کی راحتوں اور نعمتوں سے

محروم کر کے اس کانٹوں بھری دنیا میں لا پھینکا اور یہاں بھی شرط یہ عائد کی گئی کہ انہی اقدار کی حفاظت میں کامیابی حاصل کی تو جنت گم گشتہ دوبارہ تمہارا مسکن بن سکتی ہے اور اس میں ناکام رہے تو پھر جہنم کی آگ میں ہمیشہ جلتے رہنا تمہارا مقدر ہو گا۔ سورہ بقرہ کی آیات ۳۱ تا ۳۵ کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے:

"ہم نے آدمؑ سے کہا کہ تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے۔ آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور انہیں اس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس میں وہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ ہم نے حکم دیا کہ اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک خاص مدت زمین میں ٹھہرنا اور وہیں گزر بسر کرنا ہے۔ اس وقت آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی جس کو اس کے رب نے قبول کر لیا۔ کیونکہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ' پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے' ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہو گا اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے' وہ آگ میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

ان آیات سے واضح ہو جاتا ہے کہ اولین انسان نے اس دنیا میں جہل کی تاریکی میں نہیں بلکہ علم و شعور کی روشنی میں اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی انسان کے لیے دشمنی کا جذبہ لے کر ابلیس بھی یہاں نازل ہوا تھا۔ اب ان کے درمیان ازل سے جو جنگ چلی آ رہی ہے اور جو ابد تک جاری رہے گی' وہ یہ ہے کہ ابلیس انسان کو احکام الٰہی کی پابندی و پیروی کی راہ سے ہٹانے پر لگا ہوا ہے اور انسان وحی کے ذریعہ ملنے والی ہدایات کی روشنی میں اطاعت و فرمانبرداری کی زندگی بسر کرنے کی جدوجہد کر رہا ہے۔ تاریکی اور روشنی کے درمیان اس کشمکش کا ذکر قرآن حکیم نے ان الفاظ میں کیا ہے:

اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور۔ والذین کفروا

اولیٰئهم الطاغوت یخرجونهم من النور الی الظلمت۔ اولئک اصحاب النار هم فیها خلدون۔ (بقرہ: ۲۵۷)

"جو لوگ ایمان لاتے ہیں اللہ ان کا حامی و مددگار ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے حامی و مددگار طاغوت ہیں۔ وہ انہیں روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ یہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

ان آیات سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اسلامی اقدار سے ہماری مراد کیا ہے۔ اسلامی اقدار زندگی کی وہ قدریں ہیں جو ہمیں وحی کے ذریعہ بھیجی جاتی رہیں اور جن کی تکمیل آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کی گئی۔ قدر درحقیقت انسانی اعمال و کردار کی جانچ پرکھ کے پیمانوں کا نام ہے۔ دنیا کی تمام ٹھوس، مائع، گیس اور دیگر مادی اشیاء کے طول و عرض، وزن اور حجم وغیرہ کے لیے ہم مختلف اوزان و پیمانہ جات استعمال کرتے ہیں۔ قدر (Value) وہ پیمانہ ہے جس سے ہم انسان کے کردار کی صفات کو ناپتے اور اس کے بارے میں اچھا یا برا ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ ایک مرکز حوالہ (Point of Reference) یا ایک کسوٹی ہے جس کے ذریعہ کردار کا وزن اور کھرا پن جانچا جاتا ہے۔

کوئی انسانی معاشرہ اچھے اور برے کی تمیز یا صحیح اور غلط کے شعور سے عاری نہیں ہوتا۔ یہ برے بھلے کی تمیز اخلاقی اقدار ہی کے حوالے سے کی جاتی ہے۔ یہ اقدار کہاں سے آئی ہیں اور کس طرح انسان کے شعور و ادراک کا حصہ بنی ہیں؟ اس کے بارے میں فلسفیوں کا دعویٰ تو یہ ہے کہ یہ انسانی شعور کے ارتقاء کا نتیجہ ہیں، مگر قرآن حکیم ہم پر واضح کرتا ہے کہ یہ انسان کی فطرت کا لازمی حصہ ہیں اور اس کی تخلیقی اسکیم کا بنیادی جزو ہیں۔ جب یہ کہا گیا کہ وعلم ادم الاسماء کلها (بقرہ: ۳۱) ہم نے آدمؑ کو تمام اشیاء کے نام سکھائے تو اس سے مراد محض تعارف اشیاء نہیں، خواص اشیاء، زندگی میں ان کی حیثیت و اہمیت، زندگی سے ان کے تعلق، انسانی زندگی پر ان کے برے اور اچھے اثرات اور ان کے استعمال سے متعلق جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی حدود سب ہی، اشیاء کے نام سکھانے کے مفہوم میں شامل ہیں۔ انسان کو جس احسن تقویم پر پیدا کیا گیا وہ بہترین جسمانی ہیئت و ساخت

ہی تک محدود نہیں' اس کا شعوری وجود بھی اس میں شامل ہے۔ تخلیق آدم کے بعد ہدایت آدم کا جو اہتمام نزول وحی کی صورت میں کیا گیا اس میں انبیاء' ان کے ساتھ اتاری جانے والی کتب اور معجزات کے علاوہ ایک چیز میزان بھی ہے۔ سورہ الحدید میں ارشاد ہوا:

لقد ارسلنا رسلنا بالبینت و انزلنا معھم الکتب والمیزان لیقوم الناس بالقسط

(الحدید : ۲۵)

"ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔"

یہ میزان جو لوازمات عدل میں شامل کی گئی ہے' تاجر کی ترازو نہیں ہے بلکہ وہ میزان خیر و شر ہے جو انسان کے نفس میں نصب کر دی گئی ہے۔ اسے ہم ضمیر بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک ناخواندہ فرد کے اندر بھی اسی طرح کام کرتی ہے جس طرح کسی عالم اور فاضل کے اندر۔ یہ ہر لحہ ایک ایک نیت' ارادے' عزم اور عمل کے بارے میں فیصلہ کرتی اور قلب و ذہن پر دستک دے کر ٹوکتی جاتی ہے کہ نیت وارادہ درست اور عدل پر مبنی ہے یا غلط اور ظلم پر مبنی' کوئی عمل خیر کے پیمانوں پر پورا اترتا ہے یا شر اور فساد کے زمرے میں آتا ہے۔ نفس انسانی کے اندر پیوست یہی وہ میزان ہے جس کے بارے میں سورۃ الشمس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور دس اشیاء پر مشتمل طویل ترین قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ:

ونفس وما سواھا' فالھمھا فجورھا و تقواھا' قد افلح من زکھا' وقد خاب من دسھا (۷۔۱۰)

"اور نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا اور پھر اس کی بدی اور اس کی نیکی و پرہیز گاری اس پر الہام کر دی۔ یقیناً فلاح پا گیا وہ شخص جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اسے کچل کر دبا دیا۔"

ان آیات سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن نے نیکیوں کو "معروف" اور برائیوں کو "منکر" کیوں کہا ہے۔ ان اصطلاحات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ دنیا کے کسی بھی گوشے میں آباد اور کسی بھی عہد میں زندگی بسر کرنے والا انسان' خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر

مسلم پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ، فطرتاً نیکی اور بدی کا ایک مشترکہ شعور رکھتا ہے۔ دیانت، امانت، عدل، احسان، تحمل، بردباری، شفقت، محبت، شجاعت، پاکیزگی اور صداقت کو ہر انسانی معاشرے میں اقدار خیر کے طور پر پہچانا جاتا ہے اور بے ایمانی، خیانت، ظلم، زیادتی، بے صبرے پن، چھچھورے پن، عداوت، قساوت، بزدلی، غلاظت، جھوٹ، اور دھوکے بازی کو ہر جگہ شر اور ممنوعات میں شمار کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جنہیں ہم اسلامی اقدار کہتے ہیں وہ درحقیقت انسانی اقدار اخلاق ہیں۔

خیر و شر میں تمیز اور ان کے ترک و اختیار پر قدرت ہی وہ بنیادی صفت ہے جو انسان کو دوسری ذی حیات مخلوقات سے ممتاز کرتی اور اسے اشرف المخلوقات کے بلند مرتبے پر فائز کرتی ہے۔ اس کی وجہ سے انسان ایک اخلاقی وجود قرار پاتا ہے جبکہ دوسری تمام مخلوقات جبلی کردار کے تابع ایک لگے بندھے ضابطے کے مطابق زندگی گزارتی ہیں۔ انسان کا یہ اخلاقی وجود ہی ہے جس کی تعلیم و تربیت، تزکیہ و رہنمائی اور حفاظت و سلامتی کے لیے انبیاء کو مبعوث کیا گیا۔ کتابیں نازل کی گئیں۔ صحیفے اتارے گئے اور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ کے ذریعہ اس تعلیم و تزکیہ کی تکمیل کی گئی۔ حضور اکرمؐ کے مشن کا تعارف کراتے ہوئے قرآن حکیم ہمیں بتاتا ہے کہ "ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسولؐ بھیجا جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے، تمہارا تزکیہ نفس کرتا ہے، تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم جانتے نہ تھے۔" (البقرہ: ۱۵۱)

گویا تزکیہ نفس اور تطہیر اخلاق ہی وہ اصل کام ہے جس کے لیے حضور اکرمؐ اور آپؐ سے قبل کے تمام انبیاء کو مبعوث فرمایا گیا۔ معمار حرم ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ نے اسی کام کے لیے دعا فرمائی تھی کہ "اے ہمارے رب، ان لوگوں میں خود انہی کے درمیان سے ایک رسولؐ اٹھائیو جو انہیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ نفس کرے۔ تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔" (البقرہ ۱۲۹)

اس مقتدر اور حکیم ہستی نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول فرمائی اور اس سے قبل کی محولہ بالا آیت میں جو اب دعا کے طور پر حضور اکرمؐ کی بعثت کا ذکر عین اسی مشن کی صراحت کے ساتھ کیا جس کی تمنا حضرت ابراہیمؑ نے ظاہر فرمائی تھی۔ خود حضورؐ نے اپنی

زبان مبارک سے اپنا تعارف کراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ "مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔" ایک اور حدیث میں یہی بات ان الفاظ میں کہی گئی ہے: بعثت لاتمم حسن الاخلاق۔ "مجھے حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔" یعنی تعمیر اخلاق کا جو کام حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک مختلف انبیاءؑ کرام کرتے چلے آرہے ہیں، میں اس کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔

اس پورے پس منظر میں اسلامی اقدار کے فروغ و تحفظ کا مطلب یہ ہے کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی معاشرے کو اخلاق کی جس بلند سطح پر پہنچایا اور چھوڑا تھا، وہ ہمارا آئیڈیل رہے اور خود حضورؐ کی ذات اقدس جسے قرآن نے اسوہ حسنہ قرار دیا، ہماری نگاہوں کا مرکز بنی رہے۔ اسے مسلم معاشرے میں قیامت تک کے لیے مرکز حوالہ (Point of Reference) بنا دیا گیا ہے اور آپ کے بعد مستقبل میں آنے والی تمام اسلامی حکومتوں کے لیے ایک مستقل لائحہ عمل بھی طے کر دیا گیا ہے جو چار بنیادی نکات پر مشتمل ہے:

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر (حج: ۴۱)

"یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو ہم زمین میں اگر تمکن و حکومت عطا کریں تو یہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور بدی سے روکیں گے۔"

یہ لائحہ عمل اسلامی ریاست میں تمام ذرائع ابلاغ کی سمت اور ان کے مقصد کا تعین کر دیتا ہے۔ ابلاغ کے معنی پھیلانے اور پہنچانے کے ہیں۔ اسلام نے طے کر دیا کہ پھیلانے اور پہنچانے کی چیز صرف معروف ہے۔ یہ ان ذرائع کا ایجابی اور فروغی (Positive and Promotive) کردار ہے۔ ان کا سلبی (Negative) اور دفاعی (Defensive) یا حفاظتی (Protective) کردار یہ ہے کہ منکرات کو دبانے اور مٹانے کا فریضہ انجام دیں۔ اسلامی اقدار پر جس سمت سے کوئی حملہ ہو، اس کا منہ توڑ جواب دیں۔ گویا فروغ خیر اور انسداد شر ان کا بنیادی کام ہے۔

ان ذرائع کو بالعموم رسمی (Formal) اور غیر رسمی (Unformal) میں تقسیم کیا

جاتا ہے۔ تعلیم کو رسمی اور دیگر تمام سمعی و بصری ذرائع کو' جو نظام تعلیم کے دائرہ سے باہر واقع ہوں' غیر رسمی ذرائع میں شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ تقسیم کسی بین الاقوامی اصول یا ضابطہ پر مبنی نہیں ہے۔ سیکولر معاشروں میں نظام تعلیم اور اخبارات و جرائد' ریڈیو' ٹیلی وژن اور دوسرے ذرائع میں باہم کوئی ربط و تعلق نہیں ہوتا۔ مذہب اور سیاست کی دو عملی کے زیر اثر نظام تعلیم اور ذرائع ابلاغ بھی دو مختلف دائروں میں گردش کرتے نظر آتے ہیں لیکن ایک نظریاتی ریاست میں رسمی اور غیر رسمی ذرائع کے درمیان ایک ربط و ہم آہنگی پائی جاتی ہے' بڑی حد تک یک رنگی دکھائی دیتی ہے۔ جو کچھ نصابی کتب کے ذریعہ کلاس روم میں پڑھایا جاتا ہے اسی کی تعلیم لٹریچر' اخبارات و جرائد' ریڈیو اور ٹیلی وژن کے پروگراموں کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ تناقص اور تضادات سے مجموعی فضا کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کردار سازی میں تعمیر و تخریب کا عمل ساتھ ساتھ نہیں چلتا۔ معاشرہ جس فلسفہ حیات پر قائم ہے' اسے ہر ذریعہ ابلاغ ذہن میں بٹھانے اور کردار و عمل کا جزو بنانے کی بڑی مربوط اور منظم کوشش کرتا ہے۔ اسی کے نتیجے میں کردار کی یکسانیت اور فکر کی یک جہتی ابھرتی اور افراد قوم کو متحد کرتی اور ایک دوسرے کا معاون بنا دیتی ہے۔

اسلام بھی اپنے زیر اقتدار معاشرے میں تمام ذرائع ابلاغ کو مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی صبغتہ اللہ ۔ یعنی اللہ کے رنگ میں رنگ دینے پر مامور دیکھنا چاہتا ہے۔

اسلامی اقدار ایک اعلیٰ اخلاقی کردار کا جزو اور اس کی تشکیل کا ذریعہ ہیں۔ یہ اسی صورت میں پروان چڑھ سکتی ہیں جب آنکھوں کے اشارے ہوں یا جسم کی حرکات' قلم اور برش کی نوک ہو یا کیمرے کی آنکھ' ریڈیو کی آواز ہو یا ٹی وی اسکرین' اخبارات کے صفحات ہوں یا رسالوں کے ٹائٹیل' افسانے اور ناول ہوں یا ڈرامے اور نغمے' خبروں کے متن ہوں یا ان کی سرخیاں' ان سب پر معروف اور منکر کا قرآنی ضابطہ اخلاق نافذ ہو اور رسمی و غیر رسمی تمام ذرائع ابلاغ اس مقصد کے تابع ہوں جس کی خاطر انبیاء کو مبعوث کیا گیا' یعنی تعمیر و تکمیل اخلاق اور تزکیہ نفس۔ خالص تفریحی پروگرام بھی اس سے مستثنیٰ نہ ہوں۔ آخر عہد نبوی' دور خلافت راشدہ اور بعد کے زمانوں میں زندگی کی تمام سرگرمیاں لطائف' تفریحات اور جمالیاتی اظہار کی مختلف صورتوں سے خالی نہیں تھیں۔ وہ جاری و ساری رہی ہیں پھر آج

اسے خارج از امکان کیوں سمجھ لیا گیا ہے؟

جس طرح ایک بداخلاق شخص تطہیر اخلاق اور تزکیہ نفس کا کام انجام نہیں دے سکتا اسی طرح بے مہار ذرائع ابلاغ سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اسلامی اقدار کے فروغ و تحفظ کا کام انجام دے سکیں۔ اس نے خود ان ذرائع کے لیے ایک ضابطہ اخلاق مقرر کیا ہے جس کی پابندی کے بغیر وہ مثبت اور تعمیری کردار ادا نہیں کرسکتے۔ اس ضابطہ اخلاق کے چند بڑے بڑے اصول یہ ہیں:

ا۔ حق گوئی

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو' انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو۔ اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات یا تمہارے والدین اور رشتے داروں ہی پر کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب' اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے لہٰذا تم اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے نہ ہٹو۔ اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔" (النساء: ۱۳۵)

۲۔ شہادت حق

"اور شہادت ہرگز نہ چھپاؤ' جو شہادت چھپاتا ہے اس کا دل گناہ سے آلودہ ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔" (البقرہ: ۲۸۲)

۳۔ کتمان حق سے گریز

"باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ اور جان بوجھ کر حق کو چھپانے کی کوشش نہ کرو۔" (البقرہ: ۴۲)

"اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جس کے ذمہ اللہ کی طرف سے ایک گواہی ہو اور

وہ اسے چھپائے۔ اللہ تمہاری حرکات سے غافل تو نہیں ہے۔" (البقرہ : ۱۴۰)

۴۔ صاف اور سیدھی بات

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، صاف اور کھری بات کیا کرو۔" (احزاب : ۷۰)

۵۔ بھلی بات

"اور لوگوں سے ہمیشہ بھلی بات کیا کرو۔" (البقرہ : ۸۳)

۶۔ دعوت بطریق احسن

"اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے سے جو ہر لحاظ سے بہترین ہو۔" (النحل : ۱۲۵)

۷۔ بہترین انسدادی تدبیر

"برائی کو اس طریقے سے دفع کرو جو تمہارے نزدیک بہترین ہو۔" (المومنون : ۹۶)

۸۔ بدی کے بدلے نیکی

"نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔" (حم السجدہ : ۳۱)

۹۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر

"تم میں سے کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا

حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔" (آل عمران: ۱۰۴)

"اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اٹھایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور (ایسا اس لیے کرتے ہو کہ) تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔" (آل عمران: ۱۱۰)

۱۰۔ احترام آدمیت

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نہ مرد ایک دوسرے کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔" (الحجرات: ۱۱)

۱۱۔ غیبت سے گریز

"اور تم ایک دوسرے کی برائی پیٹھ پیچھے نہ کیا کرو۔" (الحجرات: ۱۲)

۱۲۔ بدگمانی سے پرہیز

"گمان کرنے سے پرہیز کیا کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔" (الحجرات: ۱۲)

۱۳۔ خواتین کے معاملے میں خصوصی احتیاط

"جو لوگ پاک دامن، بے خبر، مومن عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ وہ اس دن کو نہ بھول جائیں جب ان کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔ اس دن اللہ انہیں بھرپور بدلہ دے گا جس کے وہ مستحق ہیں اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی حق ہے سچ کو سچ کر دکھانے والا۔" (النور: ۲۳ تا ۲۵)

۱۴۔ شرط تحقیق

"اس وقت تم کیسی سخت غلطی کر رہے تھے جب تمہاری ایک زبان سے دوسری زبان اس جھوٹ کو لیتی چلی جارہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہے چلے جارہے تھے جس کے متعلق تمہیں کوئی علم نہ تھا۔ تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے جبکہ اللہ کے نزدیک یہ ایک بڑی بات تھی۔" (النور: ۱۵)

"اور اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو بے جانے بوجھے نقصان پہنچادو اور پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ۔" (الحجرات: ۶)

۱۵۔ نجی زندگی کا تحفظ

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو' اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک گھر والوں سے اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیجو' یہ طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے' توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ پھر اگر وہاں کسی کو موجود نہ پاؤ تو داخل نہ ہو جب تک کہ تمہیں اجازت نہ مل جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ۔ یہ تمہارے لیے پاکیزہ طریقہ ہے۔" (النور ۲۷' ۲۸)

۱۶۔ کھوج کرید سے گریز

"اور تجسس نہ کیا کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے؟ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔" (الحجرات: ۱۲)

۱۷۔ فحاشی اور بے حیائی سے گریز

"جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والے گروہ کے اندر فحاشی پھیلے' وہ دنیا اور آخرت

میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔" (النور : ۱۹)

"اور فحاشی کے قریب ہرگز نہ پھٹکو خواہ وہ کھلی ہو یا چھپی۔" (انعام : ۱۵۱)

"اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں پھر اسی فتنے میں مبتلا کر دے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا اور ان کے لباس ان کے جسم پر سے اتروا دیے تھے تاکہ ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھولے۔ وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ان شیاطین کو ہم نے ان لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔" (الاعراف : ۲۷)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو' شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ جو کوئی اس کی پیروی کرے گا' وہ اسے فحاشی اور بدی پھیلانے کا حکم دے گا۔" (النور : ۲۱)

"شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا اور فحاشی پھیلانے کا حکم دیتا ہے۔" (البقرہ : ۲۶۹)

۱۸۔ نیکی میں تعاون

"نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔" (المائدہ : ۲۰)

۱۹۔ بدی میں عدم تعاون

"اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں' ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔ صرف اللہ سے ڈرو' اس کی سزا بہت سخت ہے۔" (المائدہ : ۲۰)

۲۰۔ مذہبی دل آزاری سے گریز

"یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر جن معبودوں کو پکارتے ہیں' انہیں گالیاں نہ دو۔" (الانعام : ۱۰۸)

۲۱۔ اظہار خیال میں شائستگی

"اہل کتاب کے ساتھ بحث نہ کرو مگر احسن طریقے سے۔" (العنکبوت: ۴۶)

یہ ضابطہ اخلاق قرآنی آیات سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں احادیث نبوی اور اقوال خلفائے راشدین و صحابہ کرام کو بھی شامل کر لیا جائے تو ایک نہایت مفصل اور جامع ضابطہ مرتب کیا جاسکتا ہے جس کی حدود میں کام کرنے والے ذرائع ابلاغ ہی اسلامی اقدار کے فروغ و تحفظ کے ضامن بن سکتے ہیں۔ یہ بات کہ اسلام کن اقدار کا فروغ و ابلاغ چاہتا ہے اور کن چیزوں کا انسداد و سدباب' کوئی تحقیق طلب مسئلہ نہیں ہے۔ مسلمانوں کا بچہ بچہ اور ہر خواندہ و ناخواندہ فرد اس سے بخوبی واقف ہے۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ کو ان کا تابع اور پابند کیسے بنایا جائے؟

اس وقت اپنے کنٹرول کے لحاظ سے ذرائع ابلاغ تین دائروں میں منقسم ہیں۔ سرکاری دائرہ' نجی اداراتی دائرہ اور نجی انفرادی دائرہ۔ ریڈیو' ٹیلی ویژن اور حکومت کے زیر اہتمام شائع ہونے والے تمام اخبارات و جرائد سرکاری کنٹرول میں ہیں۔ نجی اداروں کے تحت شائع ہونے والے اخبارات و جرائد پالیسی کے لحاظ سے اپنے مالکان کے کنٹرول میں ہیں۔ تیسرا دائرہ جو سرکاری کنٹرول سے یکسر آزاد ہے یا آزاد رکھا گیا ہے' نجی کاروبار اور نجی رجحانات و میلانات اور ذوق و پسند کا وہ دائرہ ہے جس میں وی سی آر اور سمعی و بصری کیسٹوں' تصاویر اور کارڈوں کی فراوانی ہے اور جس نے اخلاقی زوال و انحطاط کو پستی کی انتہا پر پہنچا دیا ہے۔ ہمارے گھروں میں اسلامی اقدار و اخلاق کی تباہی اور فحاشی و بے شرمی کے فروغ میں ان ذرائع ابلاغ کا کردار سب سے نمایاں اور انتہائی تشویشناک ہے۔ بظاہر یہ ذرائع "ذرائع ابلاغ" (Mass Communication) کی تعریف میں نہیں آتے لیکن ان کا دائرہ گھر سے نکل کر چونکہ محلہ کی سطح تک دراز ہو چکا ہے اور ایک ایک فلم کو دیکھنے والوں کی تعداد سینما گھروں کے تماش بینوں کی تعداد کے مساوی ہو گئی ہے' اس لیے یہ انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ذریعہ ابلاغ بن چکا ہے اور پورے معاشرے کی اجتماعی صورت گری میں اس کے اثرات بہت ہمہ گیر ہیں۔ اس لیے اسے نجی دائرہ تک محدود سمجھنا درست نہیں ہے۔ ہم اپنے شہروں' قصبوں اور دیہات میں اگر آڈیو اور ویڈیو کیسٹوں کی دوکانوں کا سروے کریں' ملک میں وی سی آر کی مجموعی تعداد معلوم کریں اور ان کے سامعین و

ناظرین کی تعداد جان سکیں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ معاشرے پر اس کی گرفت کتنی وسعت اختیار کر چکی ہے اور بچوں‘ جوانوں‘ بوڑھوں‘ عورتوں‘ اور مردوں کے کردار‘ ذہنی رویوں اور رجحانات و میلانات میں ان کے ذریعہ کتنی بڑی تبدیلی آچکی ہے۔

مسلم معاشرے کے لیے اس وقت سب سے بڑا چیلنج یہی ہے کہ سرکاری کنٹرول میں کار فرما ذرائع ابلاغ ہوں یا نجی اداروں اور انفرادی دائروں میں کام کرنے والے ذرائع ابلاغ‘ ان سب پر اباحیت پسند اور رند پرست طبقے کا قبضہ ہے جس کے نزدیک اخلاقی اقدار کوئی اہمیت نہیں رکھتیں بلکہ یہ اقدار اس کے سیاسی‘ معاشی اور معاشرتی مفادات کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ خام مال اور مشینری کی حد تک سو فیصد اور مواد کی حد تک ہمارا ۸۰ فیصد انحصار بیرونی ممالک پر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مغربی ثقافت اور تہذیب کے اثرات ایک سیلاب کی صورت میں ہمارے معاشرے کو اپنی زد میں لیے ہوئے ہیں۔ ہمارا نظام تعلیم اور خاندان کے تربیتی مراکز اس کے زیر اثر آخر اپنی اثر انگیزی کھو بیٹھے ہیں۔ اسلامی اقدار کی آبیاری کے لیے جو ساز گار ماحول اور رسمی و غیر رسمی ذرائع ابلاغ کا مربوط‘ ہم آہنگ اور یک جہت تعاون درکار ہے‘ وہ مفقود ہے۔

اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے ہمیں مختصر المیعاد اور طویل المیعاد اہداف کے تعین کی ضرورت ہے۔ مختصر المیعاد اہداف میں ایک ایسی تحریک مزاحمت کی ضرورت ہے جو فحاشی اور عریانی کے خلاف تسلسل کے ساتھ جاری رکھی جا سکے اور حکومت‘ صحافتی و طباعتی اداروں‘ ناشروں اور کاروباری اداروں پر پورا دباؤ ڈال کر انہیں راہ راست پر لانے کے لیے مجبور کر سکے اور محلہ محلہ تطہیر اخلاق کی مہم چلا سکے۔ طویل المیعاد اہداف میں اس بر سر اقتدار گروہ سے نجات پانا شامل ہے جو فحاشی و عریانی کا محافظ و سرپرست اور اسلامی اقدار کی پامالی کا اصل ذمہ دار ہے۔ یہ تبدیلی حکومت اور صالح افراد کے ہاتھوں میں زمام اقتدار کی منتقلی کا مسئلہ ہے۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جانی چاہیے کہ اسلامی اقدار کے فروغ و تحفظ کے لیے ہم ذرائع ابلاغ کو محض وعظ تلقین سے اپنا قبلہ درست کر لینے پر آمادہ نہیں کر سکتے۔

شیعہ سنی کشیدگی

اسباب و عوامل اور تجاویز

تحریک جعفریہؒ پاکستان اور سپاہ صحابہؓ پاکستان کے درمیان کشمکش نے مسلح تصادم کی جو صورت اختیار کر لی ہے' اس سے ملک کا ہر ذی شعور شہری پریشان ہے۔ دونوں جانب سے سینکڑوں افراد اب تک اس مسلح تصادم کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں اور ارباب اختیار فرقہ واریت کے خاتمہ کے عنوان سے اس کشمکش پر قابو پانے کا بار بار عزم ظاہر کرتے ہیں' مگر اس کی جڑیں معاشرہ میں اس قدر گہرائی تک اتر چکی ہیں کہ بیخ کنی کے لیے ان تک رسائی مشکل تر ہوتی جا رہی ہے۔ اس لیے ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس کشیدگی کے اسباب و عوامل کا کھلے دل و دماغ کے ساتھ تجزیہ کیا جائے اور سنجیدہ عمومی بحث و مباحثہ کے ذریعہ اس کے محرکات کا کھوج لگا کر اس مقام تک پہنچا جائے جہاں سے اس کشمکش کے سوتے پھوٹتے ہیں' تاکہ ان کو بند کرنے کی کوئی صورت نکالی جا سکے۔

یہ کشمکش اور تصادم جو عملاً سپاہ صحابہؓ پاکستان اور تحریک جعفریہؒ پاکستان کے درمیان ہے' دراصل شیعہ سنی کشمکش کا شدت پسندانہ اظہار ہے' اور شیعہ سنی کشمکش کی تاریخ بہت پرانی ہے جس کا آغاز پہلی صدی ہجری کے اختتام سے قبل ابتدائی شکل میں ہو گیا تھا اور رفتہ رفتہ اس نے ملت اسلامیہ میں عقائد و نظریات کے لحاظ سے دو واضح متحارب گروہوں کی صورت اختیار کر لی۔ قارئین کی معلومات کے لیے دونوں گروہوں کے اعتقادات میں چند بنیادی فرق واضح کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

--- ○ اہل سنت کے نزدیک موجودہ قرآن کریم ہی اصلی اور مکمل قرآن کریم ہے جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفاء راشدینؓ نے مرتب شکل میں امت کو دیا تھا۔ اس میں کسی قسم کا کوئی رد و بدل نہیں ہوا۔ جبکہ اہل تشیع کے نزدیک یہ قرآن کریم مکمل نہیں ہے بلکہ ان کے بقول اس میں رد و بدل ہوا ہے اور اصل قرآن کریم امام غائب کے پاس ہے جو اپنے وقت پر اسے لے کر ظاہر ہوں گے۔ اس وقت تک مصلحتاً موجودہ قرآن کریم کو ہی بطور قرآن پڑھنا اور پیش کرنا بامر مجبوری درست ہے۔

--- ○ اہل سنت کے نزدیک جناب نبی اکرمؐ پر ایمان لانے اور آپ کا ساتھ دینے والے سب لوگ صحابہ کرامؓ ہیں۔ ان میں مہاجرینؓ انصار اور اہل بیت سمیت تمام طبقات شامل ہیں۔ یہ سب لوگ اہل ایمان ہیں' سب کے ساتھ عقیدت و محبت رکھنا ضروری ہے اور سب کے سب ہدایت کا ذریعہ اور معیار ہیں۔ جبکہ اہل تشیع کے نزدیک اہل بیتؓ کے سوا باقی لوگ لائق اعتبار نہیں ہیں' بلکہ انہیں اہل ایمان میں شامل کرنا بھی درست نہیں ہے اور اہل بیتؓ سے مراد بھی جناب نبی اکرم ﷺ کے خاندان اور کنبہ کے سب افراد نہیں بلکہ صرف حضرت خدیجہؓ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور ان کی اولاد ہے' جبکہ رسول اللہ ﷺ کی دیگر ازواج مطہرات اور اولاد اہل تشیع کے نزدیک اہل بیت میں شامل نہیں ہے۔

--- ○ اہل سنت کے نزدیک قرآن کریم کے بعد سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کا دوسرا بڑا ماخذ اور سرچشمہ ہے اور سنت سے مراد وہ تمام روایات و احادیث ہیں جو صحابہ کرامؓ کے کسی بھی فرد سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہیں۔ جبکہ اہل تشیع بھی سنت رسولؐ کو دین کا ماخذ مانتے ہیں' مگر ان کے نزدیک حدیث و سنت صرف وہی ہے جو اہل بیتؓ سے منقول ہو اور ان کے علاوہ مہاجرینؓ انصارؓ ازواج مطہراتؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے منقول روایات اہل تشیع کے نزدیک سنت میں شامل نہیں ہیں۔

--- ○ اہل سنت کے نزدیک جناب نبی ﷺ کے بعد چونکہ وحی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے' اس لیے کوئی شخصیت رسول اللہ ﷺ کے بعد ایسی نہیں ہے جس کی رائے میں خطا کا احتمال نہ ہو اور کسی دلیل اور بنیاد کے بغیر اس کی بات بہر صورت واجب العمل ہو۔ جبکہ اہل تشیع کے نزدیک اہل بیتؓ کے بارہ امام معصوم عن الخطا ہیں اور ان کی رائے اور قول کو وہی حیثیت حاصل ہے جو پیغمبر کی وحی کو حاصل ہوتی ہے۔

--- ○ اہل سنت کے نزدیک خلفاء راشدین کی واقعاتی ترتیب ہی اصلی اور جائز ترتیب ہے' یعنی پہلے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ دوسرے حضرت عمرؓ تیسرے حضرت عثمانؓ اور چوتھے حضرت علیؓ ہیں اور ان کے درمیان فضیلت و رتبہ کی ترتیب بھی یہی ہے۔ جبکہ اہل تشیع کے نزدیک جناب نبی اکرم ﷺ کے بعد خلافت حضرت علیؓ کا حق تھا جو انہیں نہیں دیا گیا' اس لیے پہلے تین خلفاء کی خلافت جائز نہیں ہے بلکہ ان کی حیثیت غاصبین اور ظالمین کی ہے۔

ان واضح اور بنیادی اختلافات کے ہوتے ہوئے دونوں میں سے کسی کے لیے بھی دوسرے فریق کو بطور مسلمان قبول کرنا ممکن نہیں تھا اور اس کا واضح اظہار دونوں فریقوں کی بنیادی کتابوں اور اساسی تعلیمات میں موجود ہے' لیکن اس کے باوجود ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی حد تک تعلقات اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان صدیوں سے قائم چلے آرہے ہیں جو حالات کی ضرورت کے تحت بسا اوقات مشترکہ معاملات میں باہمی تعاون کی صورت بھی اختیار کر جاتے ہیں۔

اس پس منظر میں وطن عزیز پاکستان میں شیعہ سنی تعلقات کا جائزہ لیا جائے تو ماضی کے حوالہ سے ان میں حوصلہ افزائی کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے اور بہت سی دینی تحریکات میں سنی اور شیعہ قائدین ایک پلیٹ فارم پر جدوجہد کرتے دکھائی دیتے ہیں:

--- ○ تحریک آزادی میں مجلس احرار اسلام کی جدوجہد ایک مستقل باب کی حیثیت رکھتی ہے اور اس میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ' مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ' مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ اور صاحبزادہ سید فیض الحسنؒ

کے ساتھ مولانا مظہر علی اظہر بھی صف اول کے لیڈروں میں شامل ہیں جو شیعہ تھے اور ایک عرصہ تک احرار کے سیکرٹری جنرل رہے ہیں۔

--- ○ تحریک پاکستان میں قائد اعظم محمد علی جناح کا شیعہ ہونا کسی سے مخفی نہیں ہے' مگر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ' مولانا عبدالحامد بدایونیؒ اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ جیسے اکابر علما نے ان کی قیادت میں قیام پاکستان کی جنگ لڑی ہے۔

--- ○ تحریک ختم نبوت میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ' مولانا سید ابوالحسناتؒ' مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ' مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ اور مولانا خواجہ خان محمد کے ساتھ سید مظفر علی شمسی اور علامہ علی غضنفر کراروی جیسے شیعہ راہ نماؤں کی محنت بھی شامل ہے۔

--- ○ قیام پاکستان کے بعد اسلامی دستور کے لیے ۲۲ دستوری نکات مرتب کرنے والے ۳۱ سرکردہ علماء کرام میں علامہ سید سلیمان ندویؒ' مولانا عبدالحامد بدایونیؒ' مولانا محمد داؤد غزنویؒ اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے ساتھ ممتاز شیعہ راہ نما حافظ کفایت حسین اور مولانا مفتی جعفر حسین بھی شریک تھے۔

اس لیے یہ بات پورے شرح صدر کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اعتقادی اختلافات کی شدت اور سنگینی کے باوجود پاکستان میں اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور مشترکہ معاملات میں باہمی تعاون کی فضا کچھ عرصہ پہلے تک قائم رہی ہے اور اہل سنت نے اپنی واضح اکثریت کے ہوتے ہوئے بھی اہل تشیع کو قومی معاملات میں شریک کرنے حتی کہ دینی تحریکات کی قیادت کی صف میں شامل کرنے میں بھی کبھی بخل سے کام نہیں لیا' لیکن اب یہ فضا قائم نہیں رہی اور جہاں قومی سطح پر فرقہ وارانہ کشیدگی کے مسلح تصادم کی صورت اختیار کرجانے کی شکل میں اس کے نقصانات سامنے آنا شروع ہوگئے ہیں' وہاں تحریک نفاذ اسلام کے ایک نظریاتی کارکن کی حیثیت سے میں اپنے اس دکھ کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ اس سے نفاذ اسلام کی جدوجہد کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان میں' جہاں سیکولر حلقوں کو بھی نفاذ شریعت کے مطالبہ کو فرقہ وارانہ قرار دینے میں کامیابی نہیں ہوئی تھی' "شریعت بل" کے بارے میں تحریک جعفریہ

کے جداگانہ موقف کے باعث نفاذ شریعت کو فرقہ واریت کا باعث قرار دینے کا ہتھیار سیکولر حلقوں کے ہاتھ میں ایسا مضبوطی کے ساتھ آیا کہ بے چارے شریعت بل کے سر عام پرخچے اڑ گئے۔

سوال یہ ہے کہ باہمی برداشت اور مشترکہ معاملات میں تعاون کی یہ فضا آخر تبدیل کیسے ہوئی؟ اور وہ کون سے عوامل ہیں جنہوں نے اہل سنت اور اہل تشیع کے راہ نماؤں کو تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت، مجلس احرار اسلام اور ۲۲ نکات کی ترتیب و تدوین کی فضا سے نکال کر ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنا دیا ہے؟ اس سوال کا ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ جائزہ لینا ضروری ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کے سنجیدہ راہ نما ان عوامل کا سنجیدگی سے تجزیہ کریں اور تحریک جعفریہ" اور سپاہ صحابہؓ" کے مسلح تصادم کو ملک گیر سطح پر شیعہ سنی خانہ جنگی کی صورت اختیار کرنے سے روکنے کے لیے اپنے علم اور دانش کو استعمال میں لائیں۔ اسی جذبہ اور درد دل کے ساتھ شیعہ سنی کشمکش کے موجودہ شدت پسندانہ اظہار کے اسباب و عوامل کے بارے میں ہم اپنا نقطہ نظر پیش کر رہے ہیں اور ہمارے نزدیک حالات کو شدت اور سنگینی کے اس مقام تک لے جانے میں تین باتوں کا دخل سب سے زیادہ ہے، اور بدقسمتی سے تینوں باتوں کی ذمہ داری بنیادی طور پر اہل تشیع پر عائد ہوتی ہے۔ ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ اہل تشیع نے قومی معاملات میں جداگانہ موقف، مطالبات اور حقوق کی جدوجہد شروع کی اور تعلیمی اداروں میں اپنے لیے جداگانہ نصاب تعلیم کے ساتھ ساتھ قانونی نظام میں اپنی فقہ کے الگ نفاذ کا مطالبہ کر دیا۔ یہ دونوں مطالبات نہ صرف یہ کہ غیر منطقی اور غیر حقیقت پسندانہ تھے بلکہ ان مطالبات نے شیعہ اور سنی آبادی کے درمیان دوئی اور منافرت کی ایک واضح لکیر کھینچ دی جس کے نتائج و ثمرات آج ہمارے سامنے ہیں۔ جہاں تک نصاب تعلیم کا تعلق ہے، اہل تشیع کی یہ شکایت بجا تھی کہ چونکہ سکولوں میں اسلامیات کا نصاب ملک کی اکثریت اہل سنت کے معتقدات کو سامنے رکھ کر بنایا گیا ہے، اس لیے ان کے لیے قابل قبول نہیں ہے، لیکن اس کا آسان حل یہ تھا کہ اسلامیات کا یہ نصاب شیعہ طلبہ کے لیے اختیاری قرار دے دیا جاتا اور اہل تشیع اپنے بچوں کی مذہبی تعلیم کا اہتمام اپنی مذہبی درسگاہوں میں

کرتے' لیکن اس پر اکتفا نہ کیا گیا اور سکولوں میں دو الگ الگ نصابوں کی بیک وقت تعلیم ضروری سمجھی گئی جس سے تعلیمی اداروں سے ہی اعتقادی محاذ آرائی کا آغاز ہوگیا۔ اسی طرح فقہ جعفریہ کے متوازی نفاذ کے مطالبہ نے بھی صورت حال خراب کی۔ جہاں تک پرسنل لاء اور شخصی قوانین کا تعلق ہے' اہل سنت نے کبھی اہل تشیع کے اس حق سے انکار نہیں کیا کہ ان کے شخصی معاملات ان کی فقہ کے مطابق طے ہوں۔ یہ ایک مسلمہ حق ہے جس کا اعتراف علما کے ۲۲ نکات میں بھی کیا گیا ہے اور موجودہ دستور میں بھی انہیں یہ حق حاصل ہے' لیکن پوری کی پوری فقہ جعفریہ کے نفاذ کا مطالبہ عملاً" ملک کے پبلک لاء میں دو متوازی نظاموں کا نفاذ کا مطالبہ ہے جو مسلمہ اصولوں کے منافی ہے اور خود ایران میں بھی' جہاں شیعہ اکثریت ہے اور ولایت فقیہ کی مذہبی حکومت ہے' یہ طریق کار اختیار نہیں کیا گیا۔ ایرانی دستور کے مطابق ملک کا سرکاری مذہب اور پبلک لاء اکثریتی فقہ اثنا عشری جعفریہ کے مطابق ہے اور اہل سنت کو صرف پرسنل لاء میں اپنی فقہ پر عمل کرنے کا حق حاصل ہے' مگر پاکستان میں اہل تشیع نے ایران سے الگ معیار اختیار کیا اور فقہ جعفریہ کے متوازی نفاذ کا مطالبہ کر کے جہاں سیکولر حلقوں کو موقع دیا کہ وہ نفاذ شریعت کو فرقہ وارانہ مسئلہ قرار دے کر اس کے خلاف مہم چلائیں' وہاں شیعہ اور سنی کے الگ الگ ہونے کے تصور کو اور زیادہ پختہ کر دیا۔

شیعہ سنی کشیدگی میں اضافہ کا دوسرا سبب شیعہ لٹریچر اور شیعہ مقررین کے خطابات میں حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں توہین آمیز اور گستاخانہ جذبات کا برملا اظہار ہے۔ ازواج مطہراتؓ خلفاء راشدینؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے بارے میں اہل تشیع کے عقائد جو بھی ہوں' یہ ان کا اپنا معاملہ ہے' لیکن ایک ایسے معاشرہ میں جس کی اکثریت ان بزرگوں سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتی ہو' ان کے بارے میں مخالفانہ جذبات کا اظہار ایک الگ مسئلہ ہے۔ پاکستان میں ایک محتاط اندازے کے مطابق اہل سنت کی تعداد ۹۵ فی صد ہے اور وہ ازواج مطہراتؓ خلفاء راشدینؓ اور اہل بیت عظامؓ سمیت تمام صحابہ کرامؓ کے ساتھ محبت و عقیدت اور ان کے احترام کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اس حقیقت کے ادراک کے باوجود یہ بھی حقائق ہیں کہ اہل تشیع کے ذمہ دار حضرات کی کھلے بندوں تقسیم

ہونے والی کتابوں اور رسالوں میں ان قابل احترام ہستیوں کے بارے میں گستاخانہ مواد موجود ہوتا ہے' بہت سے شیعہ مقررین کھلے خطابات میں ان بزرگوں کے بارے میں توہین آمیز باتیں کہہ جاتے ہیں اور درجنوں ایسے واقعات ہوچکے ہیں جن میں صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدین کے پتلے کھلے عام جلا کر ان کے خلاف نفرت کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ صورت حال آخر کس طرح برداشت ہوسکتی ہے؟ اہل سنت کی یہ مجبوری ہے کہ وہ ان باتوں کا جواب برابر کی سطح پر نہیں دے سکتے' کیونکہ اہل تشیع کے اس سطح کے بزرگ یعنی حضرات ائمہ اہل بیتؓ خود اہل سنت کے بھی قابل احترام بزرگ ہیں اور ان کے خلاف کوئی بات کہنا اہل سنت کے نزدیک اسی طرح کا ناقابل برداشت جرم ہے جیسے حضرات صحابہ کرامؓ کی توہین ناقابل برداشت ہے' اس لیے اہل سنت کی طرف سے ان باتوں کا رد عمل کئی گنا زیادہ شدت اختیار کر کے اپنے سامنے کے اہل تشیع کے مقابل آجاتا ہے جو بہرحال کشیدگی اور اشتعال میں اضافہ کا سبب بنتا ہے۔

شیعہ سنی کشیدگی میں اضافہ کا تیسرا بڑا سبب اہل تشیع کے ماتمی جلوس ہیں جو اہل تشیع کے نزدیک عبادت کا درجہ رکھتے ہیں' مگر اہل سنت انہیں جائز نہیں سمجھتے۔ جہاں تک حضرت امام حسینؓ اور خانوادہ نبوت کی کربلا میں شہادت اور ان کی مظلومیت کا تعلق ہے' اہل سنت کے جذبات بھی اس معاملہ میں اہل تشیع سے کم نہیں ہیں اور وہ اپنے جذبات غم' صدمہ اور محبت کا اپنے انداز سے اظہار کرتے ہیں' لیکن غم کے اظہار کا جو طریقہ ماتمی جلوسوں کی صورت میں اہل تشیع کی طرف سے رواج پا گیا ہے وہ اہل سنت کے نزدیک نہ صرف یہ کہ درست نہیں ہے بلکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے منافی ہے۔ اہل سنت کو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ اہل تشیع اپنے جذبات غم کا اظہار اپنے طریقے سے کریں بشرطیکہ وہ ان کے گھروں کی چار دیواری اور عبادت گاہوں میں محدود ہو اور اس کا دائرہ اہل سنت کے گھروں اور آبادی تک وسیع نہ کیا جائے۔ سوال یہ نہیں کہ اہل تشیع کو اپنے مذہب کے مطابق ماتم کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ وہ تو طے شدہ حق ہے' اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ مسئلہ یہ ہے کہ اس کا دائرہ کار اہل تشیع تک محدود رہنا چاہیے اور ان لوگوں تک اسے وسیع نہیں ہونا چاہیے' جو اسے جائز نہیں سمجھتے'

کیونکہ کوئی بھی ایسا اجتماع یا جلوس ان لوگوں کے درمیان لے آیا جائے جو مذہبی طور پر اسے جائز نہ سمجھتے ہوں' بہرحال کشیدگی پیدا کرتا ہے اور اس کشیدگی کے المناک مظاہرے کئی بار ہم اپنے ملک کے بازاروں اور سڑکوں پر دیکھ چکے ہیں۔

یہ ہیں وہ چند بنیادی اسباب جنہوں نے پاکستان میں شیعہ سنی تعلقات کو باہمی برداشت اور تعاون کی فضا سے نکال کر محاذ آرائی اور مسلح تصادم کے راستے پر ڈال دیا ہے۔ ہم سپاہ صحابہؓ پاکستان کی پالیسی اور طریق کار سے متفق نہیں ہیں اور اس کا اظہار سپاہ صحابہؓ کے قائدین کے ساتھ رو برو گفتگو کے علاوہ پبلک بیانات میں بھی کئی بار کر چکے ہیں لیکن ہمارے نزدیک سپاہ صحابہؓ اس رد عمل کا نام ہے جو اہل تشیع کے مذکورہ بالا طرز عمل کے نتیجہ میں فطری طور پر نمودار ہوا ہے اور ری ایکشن کی شدت اور تلخی کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہوں' اس کی ذمہ داری بہرحال اس "عمل" پر عائد ہوتی ہے جو اس رد عمل کو جنم دیتا ہے۔

اسباب و عوامل کے تجزیہ کے بعد ضروری ہے کہ شیعہ سنی تعلقات کے مستقبل کے بارے میں کچھ گزارشات پیش کر دی جائیں اور ہمارے نزدیک شیعہ سنی تعلقات کو مستقبل میں مثبت شاہراہ پر گامزن رکھنے یا مثبت رخ دینے کا اختیار بھی اہل تشیع کے سنجیدہ راہ نماؤں کے پاس ہے۔ اگر شیعہ قیادت یہ سمجھتی ہے کہ بڑھتی ہوئی کشیدگی کو بریک لگانا ضروری ہے اور باہمی برداشت اور تعاون کی سابقہ فضا کی بحالی ملک و قوم اور خود شیعہ آبادی کے لیے مفید ہے تو ابھی اس کے دروازے بند نہیں ہوئے اور اس منزل گم گشتہ کے حصول کے لیے سنجیدگی کے ساتھ پیش رفت کی جا سکتی ہے' بلکہ ذاتی طور پر خود ہمارا جی چاہتا ہے کہ تحریک نفاذ شریعت اور تحریک ختم نبوت میں اہل تشیع کا سابقہ رول بحال ہو' لیکن اس کے لیے شیعہ قیادت کو جداگانہ فقہ کے نفاذ اور ہر چھوٹی بڑی بات میں جداگانہ تشخص کے اظہار کا راستہ ترک کر کے علما کے ۲۲ متفقہ دستوری نکات کی پوزیشن پر قومی دھارے میں واپس آنا ہو گا' ناموس صحابہؓ کے تحفظ اور ماتمی جلسوں کے بارے میں اہل سنت کی قیادت کے ساتھ اعتماد کی فضا بحال کرنا ہو گی اور اہل سنت کے مذہبی جذبات کے احترام کا عملاً یقین دلانا ہو گا۔ اور اگر شیعہ قیادت اس پوزیشن پر واپسی کو مشکل خیال کرتی ہے اور قومی

دھارے سے الگ جداگانہ تشخص ' موقف اور مطالبات کی راہ پر چلتے رہنا اس کے نزدیک ناگزیر امر ہے تو اس کے منطقی تقاضوں سے آنکھیں بند کر کے ایسا کرنا ممکن نہیں ہو گا' مگر اہل سنت اس پوزیشن میں بھی اہل تشیع کے ساتھ تعلقات کار کا از سر نو تعین کرنے کے لیے تیار ہوں گے جس کے لیے ہمارے نزدیک سب سے بہتر معیار ایرانی دستور ہے اور ہم اہل سنت اور اہل تشیع کے راہ نماؤں کے سامنے یہ تجویز پیش کریں گے کہ:

--- ○ آئندہ مردم شماری شیعہ سنی بنیادوں پر کرا کے دونوں کی آبادی کا صحیح تناسب معلوم کر لیا جائے تاکہ باہمی حقوق کا تعین عملاً ممکن ہو جائے۔

--- ○ ایران کے دستور میں اکثریت اور اقلیت کے لیے جو دائرہ مقرر کیا گیا ہے' اسے معیار تسلیم کر کے پاکستان میں دستوری ترامیم کے ذریعہ اسے مکمل طور پر نافذ کر دیا جائے۔

--- ○ آبادی کے صحیح تناسب کے مردم شماری کے ذریعہ تعین کے بعد فوج اور سول کی ملازمتوں اور اسمبلیوں کی نمائندگی کے لیے اسی بنیاد پر تناسب طے کر دیا جائے تاکہ کوئی فریق دوسرے کے حقوق پر اثر انداز نہ ہو سکے۔

ہمیں امید ہے کہ ملک کے سنجیدہ اہل دانش ان تجاویز کا ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ جائزہ لے کر بڑھتی ہوئی شیعہ سنی کشمکش کی روک تھام کے لیے موثر کردار ادا کریں گے۔

تبلیغی مطبوعات کی مفت تقسیم

ختم نبوت اور دیگر موضوعات پر تبلیغی لٹریچر =/۱۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کریں۔

ناظم رحمٰن اسلامک لائبریری۔ میرپور آزاد کشمیر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی "دار المبلغین" کے زیر اہتمام

پندرہ روزہ سالانہ "رد قادیانیت کورس"

۱۵ر شعبان تا ۳۰ر شعبان ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۷ر جنوری تا ۳۱ر جنوری ۱۹۹۵ء

بمقام مدرسہ و دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مسلم کالونی صدیق آباد (ربوہ) ضلع جھنگ

- عالمی مجلس کی مجلس عمومی نے اس سال فیصلہ کیا کہ سالانہ "رد قادیانیت کورس" صدیق آباد (ربوہ) میں ہوگا۔
- اس کورس میں ممتاز علماء کرام' مناظرین اسلام' اسکالر حضرات لیکچر دیں گے۔
- اس کورس میں شریک حضرات کو رہائش' خوراک' کاپی پنسل کے علاوہ عالمی مجلس کی کتب کا منتخب سیٹ اور ڈیڑھ صد روپیہ نقد وظیفہ دیا جائے گا۔
- کورس میں شرکت کے لئے علماء' خطباء' دینی مدارس کے سال چہارم سے اوپر کے طلباء' انڈر میٹرک یا اس سے اوپر کے اسکولوں و کالجوں کے اسٹوڈنٹس' سرکاری و غیر سرکاری ملازمین اور جدید تعلیم یافتہ حضرات درخواستیں بھجوا سکتے ہیں۔
- ہر روز چار وقت کلاسیں لگیں گی۔ ۱۔ صبح کی نماز کے بعد ایک گھنٹہ۔ ۲۔ آٹھ بجے سے ساڑھے گیارہ بجے دن۔ ۳۔ بعد از ظہر تا عصر۔ ۴۔ مغرب یا عشاء کے بعد دو گھنٹے (گویا ہر روز نو سے دس گھنٹہ تک تعلیم ہوگی)۔ جسمانی ورزش و تعلیم دفاع عصر تا مغرب علاوہ ازیں ہوگی۔
- اس کورس میں شریک ہونے والے حضرات کو دلائل و براہین سے پندرہ روز میں اتنا مسلح کر دیا جائے گا کہ وہ چلتے پھرتے ختم نبوت کاز کے مبلغ و مجاہد ثابت ہوں گے۔
- عالمی مجلس کے اس تاریخ ساز فیصلہ پر عملدرآمد کرانا ہر مسلمان' تمام مقامی جماعتوں' مبلغین حضرات و اراکین شوریٰ و اراکین مجلس عمومی کا فرض اولین ہے۔
- دینی مدارس کے مہتمم حضرات و شیوخ حدیث سے بھی درخواست ہے کہ وہ اس مہم میں عالمی مجلس کی سرپرستی فرمائیں۔
- تمام رفقاء آج سے محنت شروع کریں۔ رفقاء کو اس غنیمت موقع سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے تیار کریں۔ ان کی فہرستیں بنائیں اور سادہ کاغذ پر جملہ کوائف کے ساتھ ان کی درخواستیں ذیل کے پتہ پر ملتان بھجوائیں۔
- موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا لازمی ہے۔

الداعی :۔ عزیز الرحمٰن جالندھری' مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
مرکزی دفتر۔ حضوری باغ روڈ ملتان پاکستان۔ فون نمبر۔ ۴۰۹۷۸

☆ محمد یاسین عابد

کنعان سے مصر تک

بائبل کے داخلی تضادات پر دلچسپ بحث

(۱) بائبل مقدس میں ہے کہ "تارح ستر برس کا تھا جب اس سے ابرام اور نحور اور حاران پیدا ہوئے" (پیدائش ۱۱:۲۶) یہ بات خاصی حیران کن ہے کہ تارح کی عمر پہلے سے تیسرے بیٹے کی پیدائش تک ستر برس ہی رہی۔ حالانکہ ابرام، نحور اور حاران تینوں جڑواں بھائی نہ تھے۔ پھر بھلا ابرام کی پیدائش سے شروع ہو کر نحور اور حاران کی پیدائش تک تارح کی عمر کا مسلسل ستر برس ہی رہنا کیونکر ممکن ہے۔ تارح کے تینوں بیٹوں کا جڑواں نہ ہونا مسیحی علماء نے بھی تسلیم کیا ہے (دیکھئے قاموس الکتاب، از پادری ایف۔ ایس خیر اللہ۔ صفحہ ۳۲۶ کالم ۱ مقالہ حاران) بہرحال یہ ثابت ہوا کہ ابرام کی ولادت کے وقت تارح کی عمر ۷۰ برس تھی۔ تارح کی کل عمر ۲۰۵ برس ہوئی۔ (پیدائش ۱۱:۳۲) یعنی تارح کی وفات کے وقت ابرام کی عمر ۲۰۵-۷۰=۱۳۵ برس تھی۔ ادھر پیدائش ۱۲ : ۴ میں لکھا ہے: "اور ابرام جب حاران سے روانہ ہوا، پچھتر برس کا تھا۔" ابرام کے حاران سے روانہ ہونے کا یہ واقعہ بائبل کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق، اپنے باپ تارح کی وفات کے بعد کا ہے۔ اب ابرام جو کہ باپ کی فوتگی کے وقت ۱۳۵ برس کا تھا بعد میں اس کی عمر ۶۰ برس کم ہو کر ۷۵ برس کیسے رہ گئی؟ اس سوال کا جواب ہم مسیحی پادریوں پر چھوڑتے ہیں۔

(۲) "اور جب ابرام سے ہاجرہ کے اسمٰعیل پیدا ہوا تب ابرام چھیاسی برس کا تھا"

(پیدائش ۱۶ : ۱۶) ابرام ۹۹ اور اسمٰعیل ۱۳ برس کا تھا جب دونوں باپ بیٹے کا ختنہ ہوا اور خدا نے ابرام کا نام ابرہام رکھا (ایضا ۱۷ : ۱ تا ۲۷) ابرہام کی عمر ۱۰۰ برس تھی جب اضحاق پیدا ہوا (ایضا ۲۱ : ۵) اضحاق ۶۰ برس کا تھا جب یعقوب پیدا ہوا (ایضا ۲۵ : ۲۶) یعنی یعقوب کی ولادت کے وقت ابرہام کی عمر ۱۰۰ + ۶۰ = ۱۶۰ برس تھی۔ ابرہام کی کل عمر ۱۷۵ برس ہوئی (ایضا ۲۵ : ۷) یعنی ابرہام کی وفات کے وقت یعقوب کی عمر ۱۷۵۔۱۶۰=۱۵ برس تھی۔ اضحاق کی کل عمر ۱۸۰ برس ہوئی (ایضا ۳۵ : ۲۸ و ۲۹) یعنی اضحاق کی وفات سے مصر جانے تک دس برس کا عرصہ ہے۔ لیکن بائبل مقدس کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اضحاق کی وفات سے بنی اسرائیل کے مصر جانے تک کا عرصہ اس سے طویل ہے' اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

بائبل مقدس کے مطابق روبن کے اپنی ماں بلہاہ سے زنا کے بعد یعقوب فدان ارام سے قریب اربع یعنی حبرون میں اپنے باپ اضحاق کے پاس آیا تو اضحاق نے ۱۸۰ برس کی عمر میں وفات پائی (پیدائش ۳۵ : ۲۲ تا ۲۹) جب عیسو ۴۰ برس کا تھا تو اس نے بیری حتی کی بیٹی یہودتھ اور ایلون حتی کی بیٹی بشامتھ سے بیاہ کر لیا تھا (ایضا ۲۶ : ۳۴) اب اضحاق کی موت کے بعد جبکہ عیسو کی عمر ۱۲۰ برس تھی عیسو نے تین شادیاں اور کیں' ایک تو اپنی سالی سے یعنی پہلی بیوی' ایلون حتی کی بیٹی شامتھ کی بہن عدہ سے' پھر اس کے بعد حوی صبعون کی نواسی اور عنہ کی بیٹی اہلیبامہ سے نکاح کیا اور پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی صاحبزادی بشامہ سے نکاح کیا (پیدائش ۳۶ : ۱ تا ۳) ظاہر ہے عیسو نے یہ تینوں نکاح کئی کئی برس کے وقفہ سے کیے ہونگے۔ بعد ازاں ان عورتوں سے عیسو کی کافی اولاد پیدا ہوئی (ایضا آیات ۴ تا ۴۳) بائبل گواہ ہے کہ ۱۲۰ برس کا آدمی چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہتا (استثنا ۳۱ : ۲) ہم حیران ہیں کہ عیسو ۱۲۰ برس کا ہو کر شادیاں کرنے لگا؟ اگر اضحاق کی فوتگی کے دوسرے ہی روز عیسو نے تینوں نکاح کر لیے ہوں (جو کہ ناممکن ہے) اور اسی روز تینوں بیویاں حاملہ ہوگئی ہوں تو عدہ سے الیفز اور بشامہ بنت اسمٰعیل سے رعوایل اور اہلیبامہ سے یعوس پیدا ہونے تک کم از کم نو ماہ کا عرصہ درکار ہے (پیدائش ۳۶ : ۴ و ۵) یعوس کی پیدائش کے روز ہی اگر اہلیبامہ پھر حاملہ ہوگئی ہو تو یعلام کی پیدائش تک مزید ۹ ماہ کا عرصہ ہے' اور اگر

معام کی پیدائش کے روز ہی اہلیبامہ پھر حاملہ ہوئی ہو تو اضحاق کی موت سے قورح کی پیدائش تک کم از کم ۲ برس تین ماہ کا عرصہ ہے (ایضا آیت ۵) اس کے بعد عیسو اپنے بھائی یعقوبؑ کو کنعان ہی میں چھوڑ کر خود بیویوں اور بچوں کو ساتھ لے کر دوسرے ملک (کوہ شعیر) میں جا بسا (ایضا آیت ۶ تا ۸) وہاں عیسو کے بیٹے جوان ہوئے اور ان کی شادیاں ہوئیں' شادی کے وقت اگر عیسو کے بیٹے الیفیز کی عمر کم از کم ۱۲ برس بھی تسلیم کر لی جائے تو یکے بعد دیگرے الیفیز کے بیٹوں ۱۔ تیمان ۲۔ اومر ۳۔ صفو ۴۔ جعتام ۵۔ قنز ۶۔ عمالیق کی پیدائش تک کم از کم اٹھارہ برس چھ ماہ کا عرصہ بنتا ہے۔ (ایضا آیت ۱۰ تا ۱۹) اور اگر عمالیق کی پیدائش کے دن ہی یوسفؑ کو بیچا گیا ہو تو اضحاق کی موت سے لے کر یوسفؑ کے بیچے جانے تک مدت کم از کم ۲ + ۱۸ = ۲۰ برس تو ضروری ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے مصر پہنچ جانے کے بعد یہوداہ نے حیرہ نامی ایک عدلامی دوست کی مدد سے سوع کنعانی کی بیٹی سے بیاہ کر لیا اور یکے بعد دیگرے ۱۔ عیر ۲۔ اونان ۳۔ سیلہ پیدا ہوئے' (ایضا ۳۸ : ۱ تا ۵) اگر یوسف کے بیچے جانے کے روز ہی یہوداہ نے بت سوع سے بیاہ کر لیا ہو (۱۔ تواریخ ۲ : ۳) تو پہلوٹھے عیر کی پیدائش تک کم از کم ۹ ماہ کا عرصہ ضروری ہے۔ عیر کم از کم ۱۶ برس کا ہو گا جب اس کی شادی تمر سے ہوئی (پیدائش ۳۸ : ۶) پھر کافی عرصہ بعد خدا نے نامعلوم گناہ کی پاداش میں عیر کو مار ڈالا (ایضا ۳۸ : ۷) تمر اور عیر نے اگر کم از کم ۳ ماہ بھی ازدواجی زندگی گزاری ہو تو اضحاق کی موت سے عیر کی موت تک ۳۷ برس ہوئے' عیر کی موت کے بعد تمر کی شادی عیر کے چھوٹے بھائی اونان سے کر دی گئی (ایضا ۳۸ : ۸) اسلامی قوانین میں نکاح ثانی کے لیے بیوہ کو کم از کم ۳ ماہ تک عدت میں رہنا پڑتا ہے۔ اللہ جانے عیر کی وفات کے کتنی دیر بعد تمر اونان کی بیوی بنی ہو گی' لیکن خدا نے اونان کو بھی قتل کر دیا کیونکہ وہ خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرتا تھا (ایضا ۳۸ : ۸ تا ۱۰) عیر کی بیوگی اور اونان کی زوجیت میں رہنے کا عرصہ کم از کم ایک برس تو ضروری ہو گا' یوں اضحاق کی موت سے اونان کی موت تک کم از کم ۳۸ برس کا عرصہ ہے۔ اس سے کم ناممکن ہے۔ اونان کی ہلاکت کے بعد یہوداہ نے تمر کو سمجھایا کہ اس کا تیسرا بیٹا سیلہ ابھی نابالغ ہے لہٰذا تو سیلہ کے بالغ ہونے تک اپنے باپ کے گھر بیوگی کی زندگی

بس کر (ایضا ۳۸ : ۱۱) چھوٹا سا بچہ سیلہ بھی آخر کار بالغ ہو گیا لیکن تمر سیلہ سے بیاہی نہ گئی تب تمر نے بڑے مکر و فریب سے اپنے سسر یہوداہ سے زنا کروایا اور حاملہ ہو کر فارص کو جنم دیا (ایضا ۳۸ : ۱۳ تا ۳۰) بقول بائبل مقدس کے یہی وہ فارص ہے جس کی اولاد سے حضرات داؤدؑ و سلیمانؑ اور یسوع مسیحؑ پیدا ہوئے (روت ۴ : ۸ تا ۲۲'۱۔ تواریخ ۲ : ۵'متی ۱ : ۳ و ۶ و ۱۶) سیلہ کی نابالغی سے بالغ ہونے تک ایک طویل عرصہ لگا' کیونکہ اونان کی وفات سے کافی عرصہ بعد یہوداہ کی بیوی بت سوع مرگئی۔ (پیدائش ۳۸ : ۱۲) اس کے بعد سیلہ کی بلوغت اور یہوداہ کے تمر سے زنا کا واقعہ مرقوم ہے۔ اونان کی وفات کے بعد سیلہ کے بالغ ہونے اور بت سوع کے مرنے اور اس کے بعد سسر یہوداہ کے بہو تمر کے زنا کے نتیجہ میں فارص کے پیدا ہونے تک کم از کم چھ برس کا عرصہ تو ضرور ہی ہے' قارئین حساب لگا کر دیکھ لیں وہ چھ برس سے کم کا اندازہ ہرگز نہ لگا سکیں گے۔ چنانچہ اضحاق کی وفات سے فارص کے پیدا ہونے تک کا عرصہ کم از کم ۳۸ + ۶ = ۴۴ برس کا عرصہ ضروری ہے۔

پھر فارص جوان ہوا' اس کی شادی ہوئی اور دو بیٹے حصرون اور حمول پیدا ہوئے۔ یہی حصرون اور حمول مصر میں آمد کے وقت حضرت یعقوبؑ کے ساتھ تھے (ایضا ۴۶ : ۱۲) اگر فارص کی شادی ۱۶ برس کی عمر میں بھی تسلیم کر لی جائے تو اضحاقؑ کی موت سے فارص کی شادی تک کا عرصہ ۴۴ + ۱۶ = ۶۰ برس کا عرصہ کم از کم ہے۔ اگر شادی کے روز ہی فارص کی بیوی حاملہ ہوگئی ہو تو حصرون کی پیدائش تک ۹ ماہ کا عرصہ ضروری ہے اور اسی روز دوبارہ حاملہ ہو جائے تو فارص کی شادی سے حمول کی پیدائش تک ڈیڑھ برس کا عرصہ ضروری ہے۔ اور اگر حمول کی پیدائش کے روز ہی بنی اسرائیل مصر پہنچ گئے ہوں تو اضحاقؑ کی وفات سے بنی اسرائیل کی مصر میں آمد تک کم از کم ۶۱ برس ۶ ماہ کا عرصہ ضروری ہے۔ یہ عرصہ ہم نے پوری کوشش کر کے کم از کم بیان کیا ہے' اس سے کم ممکن ہی نہیں' چلیے ہم یہ عرصہ مزید ڈیڑھ برس کم تسلیم کر لیتے ہیں' یعنی ۶۰ برس' لیکن بائبل مقدس کہتی ہے کہ صرف ۱۰ برس میں یہ سب کچھ ہو گیا۔

تعارف و تبصرہ

ابو الحقائق چار یاری

معالم العرفان فی دروس القرآن

(جلد ۱۳ سورہ الفرقان تا سورۃ الروم، جلد ۱۴ سورۃ لقمان تا سورۃ الصافات)

افادات	حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی بانی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
مرتب	حاجی لعل دین، ایم اے علوم اسلامیہ
ناشر	مکتبہ دروس القرآن، فاروق گنج گوجرانوالہ
قیمت	جلد ۱۳: ۲۳۰ روپے۔ جلد ۱۴: ۲۰۵ روپے

تفسیر قرآن اگر ایک کار سعادت ہے تو ایک امر دشوار بھی ہے۔ اس میں ذرا سی اعتقادی و نظریاتی لغزش مفسر کو اخروی نعمتوں سے محروم بھی کر سکتی ہے اور قاری کو گمراہی کی دلدل میں بھی دھکیل سکتی ہے، اسی لیے جہاں علم و فہم کی ضرورت ہے وہاں اعتدال و دیانت بھی ناگزیر ہے تاکہ کمال احتیاط پیدا ہو سکے، اور یہ احتیاط اسی صورت میں ممکن ہے کہ فکری آزادی اور نظریاتی بے راہ روی کے اس نازک دور میں قرآن پاک کے نظریاتی اصولوں کا تسلسل و تواتر کسی مقام پر ٹوٹنے نہ پائے۔ وہی نظریاتی تسلسل مقصد نزول قرآن کی اصل روح ہے، اس کے بغیر زبان و کلام کی ادبیت و روانی سے آراستہ تفاسیر ایک بے روح و بے جان ڈھانچہ کی حیثیت رکھتی ہیں، کیونکہ قرآن پاک کا درس اخوت اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے کہ اس کے ماننے والوں کے درمیان زنجیری ربط قائم رہے، کوئی کڑی کسی مقام پر ٹوٹنے نہ پائے، اور یہ زنجیری ربط اس وقت تک ممکن نہیں جب تک نظریاتی

تسلسل قائم نہ ہو۔ اسی نظریاتی تسلسل کے حوالہ سے امت مسلمہ کا صدیوں پر محیط یہ زنجیری ربط اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ اسلام دشمن قوتوں کی ظاہری و باطنی کاوشیں اس ربط میں دراڑیں ڈالنے میں ناکام و نامراد رہیں' بے شمار فقہی اختلافات اور فروعی تنازعات کے باوجود اصولی نظریاتی وحدت بدستور موجود ہے' اور یہی وہ معیار حقیقت ہے جس کے ذریعہ نظریاتی آزاد خیالیوں کی راہ میں بند باندھے جاسکتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عصر حاضر کے جدید مسائل میں اجتہاد اور ریسرچ کی اشد ضرورت ہے' لیکن اس کے لیے قدیم و متواتر اصولوں سے انحراف و صرف نظر بھی قرین انصاف نہیں۔ دور جدید کے مغربی تہذیب سے مرعوب جدت پسند طبقہ نے نظریاتی قدامت پسندی کے خلاف جو خطرناک یلغار کر رکھی ہے وہ امت مسلمہ کو اس کے روشن و بے نظیر ماضی سے کاٹنے کی ایک خوفناک سازش ہے' اور مغرب کا میڈیا اسی طبقہ کی معاونت کے لیے پوری طرح سرگرم عمل ہے۔ صورت و کردار کے حوالہ سے تو امت کا کثیر حصہ اپنے ماضی سے کٹ ہی چکا ہے' اب اعتقاد و افکار کے حوالہ سے بھی اسے اکابر و اسلاف سے دور کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں' شکل و صورت کے اعتبار سے تو مسلم و غیر مسلم کی تفریق پہلے ہی تقریباً" مٹ چکی ہے' فکر و اعتقاد کی تبدیلی سے مسلمان کے اندر جو جدید مسلمان برآمد و نمودار ہو گا اس کے زہریلے اثرات نسلوں کی تباہی و بربادی کا باعث بن سکتے ہیں' اور جدت پسندی کے یہ سب فتنے ان لوگوں کے اٹھائے ہوئے ہیں جن کے بارہ میں اکبر الہ آبادی مرحوم فرماتے ہیں کہ

انہوں نے دین کب سیکھا ہے جا کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

تفسیر قرآن کے لیے جہاں نظریاتی تسلسل ضروری ہے وہاں طرز بیان میں عام فہمی بھی ناگزیر ہے' تاکہ علمی انحطاط کے اس دور میں نیم خواندہ اور غیر تعلیم یافتہ حضرات بھی باآسانی اس سے استفادہ کر سکیں۔ زیر نظر تفسیر چونکہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی مدظلہ (تلمیذ رشید شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ) کے معمول کے عوامی دروس ہی پر مشتمل ہے' اس لیے اس میں وہ لفظی دشواریاں نہیں ہیں' بلکہ ہر طبقہ اور ہر سطح

کے لوگ اس سے با آسانی استفادہ کر سکتے ہیں' اگرچہ متعدد مقامات پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی' حجتہ الاسلام حضرت نانوتوی اور امام انقلاب حضرت سندھی رحمہم اللہ تعالیٰ کے مضامین و اصطلاحات پر بھی بحث موجود ہے' لیکن ان کو بھی سادہ اور عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے اور ثقل موجود بھی ہے تو بہت کم مقامات پر' اس لیے مجموعی اعتبار سے یہ تفسیر ہر سطح کے لوگوں کے لیے مفید ہے' اس میں یہ خوبی بھی ہے کہ جدید مسائل پر حسب ضرورت بحث موجود ہے'

اس تفسیر کی جلد ۱۳ اور جلد ۱۴ ہمارے پیش نظر ہیں۔ جلد ۱۳ میں سورہ الفرقان' الشعراء' النمل' القصص' العنکبوت اور الروم کی تفسیر ہے۔ الفرقان سولہ دروس پر مشتمل ہے جس میں کمال عبدیت' نزول قرآن' نبی کی امتیازی حیثیت' معترضین کا تصور رسالت' اشتراکیت کے نظریہ مساوات کا رد' سلطنت خداوندی کی خصوصیات' قانون کی پابندی' فلسفہ جہاد' اس کے مقاصد اور اس کی اقسام' مشاہدات قدرت' استوی علی العرش کا مفہوم' برجوں اور سیاروں کی اہمیت و حیثیت' عباد الرحمٰن کے اوصاف' اور سماع موتی وغیرہ مضامین پر بحث کی گئی ہے۔ الشعراء انیس دروس پر مشتمل ہے' جس میں امم سابقہ کے حالات' شاعری کی مجموعی اعتبار سے قباحتیں' اور شعراء حقہ کا تذکرہ کے عنوانات پر بحث موجود ہے۔ النمل سترہ دروس پر مشتمل ہے جس میں علم کی اہمیت' انبیاءؑ کی وراثت' سلیمان علیہ السلام کے واقعات کی تفصیل' سرکش اقوام کی ہلاکت' سماع موتیٰ' سماع انبیاء' اور مناظر قیامت وغیرہ مضامین پر بحث کی گئی ہے۔ القصص انیس دروس پر مشتمل ہے' جس میں طبقاتی کشمکش' تکمیل مشن کی بنیادی ضروریات' ولادت موسیٰؑ کے تفصیلی واقعات' مناقب صحابہ کرامؓ' روافض کی گمراہی' ایران کا غیر اسلامی شیعہ انقلاب' خمینی کے کفریہ عقائد' مشاہدات عالم' نبوت ایک وہبی منصب اور کفار سے عدم تعاون وغیرہ مضامین پر بحث کی گئی ہے۔ العنکبوت بارہ دروس پر مشتمل ہے' جس میں احتساب' والدین سے حسن سلوک' صالحین کی رفاقت' شرک کی ممانعت' ماحول کی درستگی' سرکش اقوام کی ہلاکت' فواحش و منکرات سے روک تھام' ہجرت کا حکم اور اس کی فرضیت' ذخیرہ اندوزی سے اجتناب' خاندانی منصوبہ بندی کی ممانعت' دنیا کی ناپائیداری اور مجاہدہ کی مختلف صورتیں وغیرہ مضامین

زیر بحث ہیں۔ الروم تیرہ دروس پر مشتمل ہے جس میں ایران پر روم کی جنگی برتری کی نبویؐ پیش گوئی' روم کے عروج و زوال کے واقعات' قمار بازی کی ممانعت' زمین کی آباد کاری' جنسی تقسیم (مرد و عورت) کے اعتبار سے انسان کی تخلیق' افزائش نسل پر غور و تدبر کی دعوت' زبانوں کا اختلاف' آسمان کی قدرتی اور زمین کی مصنوعی بجلی کے فوائد و نقصانات' ایٹمی صلاحیت کا حصول' ٹیکنالوجی کی تیاری' نظام غلامی اور اس کا خاتمہ' فرقہ بندی اور اس کی مذمت' سود کی ممانعت' زکوٰۃ کی برکت' فساد کے اسباب اور اس کے نقصانات' دعاء کی حجیت' وسیلہ کی جائز و ناجائز اقسام' سماع موتی' انسانی زندگی کے مختلف ادوار' خلافت راشدہ اور بعد کا دور انحطاط' جہالت کی اقسام اور اس کے نقصانات وغیرہ مضامین پر بحث کی گئی ہے۔

جلد ۱۴ میں سورۃ لقمان' السجدۃ' الاحزاب' سبا' فاطر' یاسین اور الصفت کی تفسیر شامل ہے۔ لقمان دس دروس پر مشتمل ہے جن میں مادی و روحانی نعمتیں' نماز کی اہمیت اور اس پر استقامت' جائز و ناجائز کھیلوں کی تقسیم' ناچ اور گانے کو فنون لطیفہ میں شامل کر کے عریانی و فحاشی کو فروغ دینے کی سازش' رقص و سرور کے بڑھتے ہوئے رجحان سے پیدا ہونے والی اخلاقی قباحتیں' قوالی کی شرائط اور حلال و حرام کی صورتیں' حدیث جبریلؑ کی روشنی میں ایمان کا مفہوم اور اس کے اجزاء تخلیق جبال کے مقاصد' حکمت کی تعریف اور لقمان حکیم کی حکیمانہ باتیں' حقوق والدین' مدت رضاعت اور جمہور کا مسلک' حجیت تقلید' آخرت میں احتساب کا عمل' فرضیت نماز اور اس کی اجتماعیت کے فوائد' صبر کی ترغیب' تکبر کی ممانعت' چال میں میانہ روی' آواز میں پستی' آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کے نقصانات' توحید کے درجات' صبر و شکر کی منزل اور مفاتح الغیب علوم خمسہ وغیرہ عنوانات پر بحث کی گئی ہے۔ السجدۃ چھ دروس پر مشتمل ہے جس میں ملحدانہ نظام کی طرف مراجعت کے نقصانات' مشرکانہ وموحدانہ شفاعت کا فرق' اللہ تعالیٰ کی صفات متحنہ حکمت ولی اللہی کی روشنی میں' حواس خمسہ اور اعضائے رئیسہ کی نعمت' امامت کا مدار ہدایت پر' ظلم و ناانصافی کا سبب حکمرانوں کی عوامی معیار زندگی پر فوقیت' اور مسلمانوں کی محرومی کے اسباب وغیرہ مضامین پر بحث ہے۔ الاحزاب پچیس دروس پر مشتمل ہے' جس میں پیغمبر خدا صلی

اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر' اور شرف خاتم الانبیاءؑ' دینی معاملات میں سودے بازی کی ممانعت' فلسفہ ولی اللٰہی کی روشنی میں چار اعدائے دین' تعلیمات امام انقلابؒ کی روشنی میں مروجہ سیاست کی بے اعتدالیوں کے اسباب' علم تشریح الاعضاء کی روشنی میں انسانی اعضاء کی تعداد' مسئلہ ظہار' متبنی بیٹے کا حکم شرعی' نبی کا امت سے تعلق اور امت پر اس کے حقوق' ازواجؓ مطہرات کا امت سے رشتہ' میثاق انبیاءؑ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت' غزوہ خندق کے واقعات اور انعامات الٰہیہ' مدار نجات اسوہ حسنہ' یہود مدینہ کی عہد شکنی اور ان کی سرکوبی' فتح خیبر' واقعہ ایلاء اور ازواج مطہراتؓ کی استقامت' امہات المومنین کا مقام اتقاء اور تبرج جاہلیت سے گریز کا حکم' پردہ کا حکم شرعی اور اس کی حدود و قیود' اہل بیت کی طہارت اور اہل بیتؓ کی تعریف' مومنین و مومنات کے اوصاف' عقیدہ ختم نبوت جھوٹے مدعیان نبوت اور مرزا قادیانی آنجہانی' ذکر الٰہی کی فضیلت اور مقاصد' اوصاف نبوت اور عقیدہ حاضر و ناظر کی نفی' طلاق و عدت کے مسائل' عائلی قوانین کی تباہ کاریاں' اسلام اور غیر مذاہب کا تقابلی مطالعہ' تعدد ازواج کی اجازت اور اس کی حکمت' دعوت ولیمہ کی مسنونیت' امہات المومنینؓ سے نکاح کی ممانعت اور اس کے اسباب' عقیدہ حیات الانبیاءؑ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کی فرضیت اور اس کے آداب و فوائد' خداؑ رسولؐ اور مومنین کی ایذا رسانی کی سزا' پردہ کا حکم و حکمت' موسیٰ علیہ السلام کی ایذا رسانی' حمل امانت' اس کی علت' اور اقوال مفسرینؒ کی روشنی میں امانت کی تعریف وغیرہ مضامین پر بحث کی گئی ہے۔ السبا تیرہ دروس پر مشتمل ہے جس میں داؤد علیہ السلام کے فضائل اور ان کے معجزات' معجزہ کی تعریف' معجزہ' کرامت اور استدراج میں فرق سلیمانؑ کے معجزات' عملیات کے ذریعہ جنات کی تسخیر کا حکم' قوم سبا کی تاریخی حیثیت' بلدۃ طیبہ کی تعریف' اقسام شرک' حضور علیہ السلام کی عالمگیر نبوت' عیسائی اور یہودی مشنریوں کے کارندے وغیرہ عنوانات زیر بحث ہیں۔ الفاطر گیارہ دروس پر مشتمل ہے جس میں صفات خداوندی' تخلیق و اوصاف ملائکہ' عورت کے شرعی حقوق اور مغرب زدہ عورتوں کی بے راہ روی' شیطان کی واردات اغوا اور اس سے بچنے کا طریقہ' حیوانی زندگی کی نشوونما کے وسائل' تخلیق انسانی کے مراحل' احتساب کی فکر' تزکیہ کی ضرورت' سماع موتی' خلافت

ارضی اور فساد فی الارض کی حقیقت' نظام کائنات اور اس کا استحکام وغیرہ عنوانات زیر بحث آئے ہیں۔ یاسین دس دروس پر مشتمل ہے جس میں قرآن پاک کی حقانیت اور مقصد نزول' تصدیق رسالت' بدعات کا رد فلسفہ شاہ ولی اللہ کی روشنی میں' دین و استقامت کے ایمان افروز واقعات' گردش ایام اور فلکی نظام' رزق کی خدائی تقسیم کی حکمت' شعر گوئی کی جائز و ناجائز صورتیں وغیرہ مضامین پر بحث کی گئی ہے۔ الصافات دس دروس پر مشتمل ہے جس میں مقصد تخلیق نجوم' احوال آخرت اور انبیاء کرامؑ کی استقامت' ابراہیم علیہ السلام کے حالات و واقعات' عصمت انبیاءؑ انبیاء کرامؑ کی خطاء اجتہادی اور مودودی صاحب کی ضلالت و گمراہی وغیرہ مضامین پر بحث کی گئی ہے۔

مضامین کی محققانہ حیثیت و اہمیت کے علاوہ مرتب کا عنوان بندی کا ذوق سلیم بھی قابل داد ہے اور حاشیہ میں مسائل و واقعات کے حوالہ جات اس پر مستزاد ہیں۔ کاغذ' کتابت' طباعت اور ڈائی دار سنہری جلد مرتب و ناشر کے اعلیٰ ذوق کے آئینہ دار ہیں۔ خدا تعالیٰ اس تفسیر کو مفسر' مرتب اور معاونین کے لیے ذریعہ نجات اور قارئین کے لیے ذریعہ ہدایت بنائیں' آمین ثم آمین۔

یہ یونانی علوم نہ ہمارے مذہبی علوم ہیں' نہ ہمارے مذہب کی فہم و معرفت ان پر موقوف ہے۔ امام غزالی نے اپنے زمانہ سے ان علوم کو علماء کے نصاب میں اس لیے داخل کیا تاکہ ان یونانی علوم کے اثر سے جن کو اس زمانہ میں زیادہ تر باطنیوں نے پھیلا رکھا تھا' علمائے اسلام واقف ہو کر اس زمانہ کے الحاد کا مقابلہ کر سکیں' لیکن اب نہ وہ ملحد رہے' نہ وہ یونانی علوم رہے' نہ ان کے مسائل کی صحت کا یقین عقل کے مدعیوں کو رہا' اس لیے ان کا اثر خودبخود زائل ہوگیا اور اب ان سے اسلام کو کسی گزند کا خوف نہیں رہا۔ اب اس کی جگہ نئے علوم ہیں' نئے مسائل ہیں' نئی تحقیقات ہیں۔ اب اس بات کی ضرورت ہے کہ ہمارے علماء ان نئی چیزوں سے واقف ہو کر اسلام کی نئی مشکلات کا حل نکالیں' اور نئے شبہات کا تحقیقی جواب دیں۔

(مولانا شبلی نعمانیؒ)

مرتب : عبید الرحمن ضیاء

ماہنامہ الشریعہ کی جلد ۵ (اکتوبر ۹۳ء تا دسمبر ۹۴ء) کا

مکمل اشاریہ

حدیث / علم حدیث

۱) امام طحاوی اور علم حدیث	پروفیسر حافظ نذیر احمد	اکتوبر ۹۳ء
۲) انسان کی دس فطری چیزیں	مولانا صوفی عبد الحمید سواتی	اپریل ۹۴ء
۳) سات چیزوں سے پناہ کی دعا	"	مئی ۹۴ء
۴) نماز کی ایک خاص دعا	"	جون ۹۴ء
۵) مسلمان بھائی سے ہمدردی کا صلہ	"	جولائی ۹۴ء

فقہ اسلامی

۶) عدالتی تحفظات اسلام کی نظر میں (پانچویں اختلافی شرط : اجتہاد)	قاضی محمد رویس خان ایوبی	اکتوبر ۹۳ء
۷) عدالتی تحفظات اسلام کی نظر میں (چھٹی اختلافی شرط : جسمانی لحاظ سے تندرست ہونا)	"	دسمبر ۹۳ء

دعوت و اصلاح

۸) دین خیر خواہی کا نام ہے	مولانا محمد سرفراز خان صفدر	جنوری ۹۴ء
۹) بدعت اور اس کا وبال	"	اپریل ۹۴ء
۱۰) بدعت کے شبہ سے بھی بچنا چاہیے	"	جون ۹۴ء
۱۱) مصائب و مشکلات کے روحانی اسباب	"	جولائی ۹۴ء

افکار اسلامی

۱۲) عورت، تہذیب جدید اور اسلام	مولانا وحید الدین خان	دسمبر ۹۳ء
۱۳) رسول اللہؐ کی محبت، ایمان کا اولین تقاضا	مولانا محمد سرفراز خان صفدر	مئی ۹۴ء
۱۴) سیرت نبویؐ کا سب سے نمایاں پہلو	مدیر اعلیٰ	اکتوبر ۹۴ء

بحث و نظر

۱۵) اسلام میں عورت کی حکمرانی	مولانا سعید احمد عنایت اللہ	دسمبر ۹۳ء
۱۶) بائبل اور گستاخ رسول کی سزا	محمد اسلم رانا	اگست ۹۴ء

تعلیم و تعلم

۱۷) مروجہ تعلیمی نظاموں پر ایک نظر	مولانا محمد عبداللہ پٹیل	اکتوبر ۹۳ء
۱۸) دینی مدارس کے نصاب تعلیم کا حقیقت پسندانہ تجزیہ	مولانا ابو الکلام آزادؒ	نومبر ۹۳ء
۱۹) مغربی ممالک میں مقیم مسلمان بچوں کی دینی تعلیم	(فورم کے زیر اہتمام مذاکرہ کی رپورٹ)	دسمبر ۹۳ء

نفاذ اسلام اور پاکستان

۲۰) پاکستان میں نفاذ اسلام کے لیے وفاقی وزارت مذہبی امور کی سفارشات — جولائی ۹۳ء

۲۱) قرآن و سنت سپریم لاء ہے (۱) ہائی کورٹ کے فل بنچ کا فیصلہ — ″

۲۲) ″ ″ (۲) ″ — اکتوبر ۹۳ء

عالم اسلام اور مغرب

۲۳) صومالیہ، مشرقی افریقہ کا افغانستان — مدیر اعلیٰ — جنوری ۹۳ء

۲۴) اسلام اور مغرب کی کشمکش برطانوی ولی عہد کی نظر میں — فروری/مارچ ۹۳ء

۲۵) پاکستان کے بارے میں امریکی عزائم کی ایک جھلک — ڈاکٹر محمود الرحمٰن فیصل — ″

۲۶) اکیسویں صدی اور اسلام، مغرب کیا سوچتا ہے؟ — ″

۲۷) مغربی فلسفہ کی یلغار اور دینی صحافت کی ذمہ داریاں — مدیر اعلیٰ — مئی ۹۳ء

۲۸) قاہرہ کانفرنس اور عالم اسلام (فورم کی فکری نشست) — اکتوبر ۹۳ء

۲۹) مغربی مسلمانوں کے مسائل، علما کے لیے چیلنج — مولانا مجاہد الاسلام قاسمی — نومبر ۹۳ء

ذرائع ابلاغ

۳۰) مغربی میڈیا کی اسلام دشمن مہم اور سنت نبوی — مدیر اعلیٰ — نومبر ۹۳ء

۳۱) مغربی میڈیا اور عالم اسلام (انگریزی) — مولانا محمد یونس پٹیل — ″

۳۲) ذرائع ابلاغ کا غلط استعمال — مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان — فروری/مارچ ۹۳ء

۳۳) اسلامی نظام تعلیم و تربیت میں — محمد صلاح الدین — دسمبر ۹۳ء

ذرائع ابلاغ کا کردار

اقلیتیں / توہین رسالت کی سزا کا قانون

۳۴) رتہ دوہتڑ توہین رسالت کیس (ابتدائی مطالعاتی جائزہ)		جنوری ۹۴ء
۳۵) گستاخ رسولؐ کے لیے سزائے موت کا قانون	ڈاکٹر غلام محمد مولانا کوثر نیازی	اپریل ۹۴ء
۳۶) گستاخ رسولؐ کے لیے سزائے موت اور بائبل	محمد یاسین عابد	مئی ۹۴ء
۳۷) توہین رسالت کے قانون پر ماڈرن اور مغرب زدہ خواتین کا اعتراض	ڈاکٹر عبد المالک عرفانی	جون ۹۴ء
۳۸) اسلامی ریاست میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق	مولانا منیر احمد	″
۳۹) توہین رسالت کی سزا کا قانون اور مغربی لابیاں	(لندن میں فورم کی فکری نشست)	جولائی ۹۴ء
۴۰) گستاخ رسول کی سزا کا قانون	محمد اسلم رانا	اگست ۹۴ء

فکر و نظر

۴۱) عصر حاضر کا ایک اہم تقاضا	مولانا محمد عیسیٰ منصوری	اکتوبر ۹۳ء
۴۲) اسمبلیوں میں خواتین کی نمائندگی	مدیر اعلیٰ	دسمبر ۹۳ء
۴۳) علما اور قومی سیاست	″	″
۴۴) انسانی حقوق اور سیرت نبویؐ	مولانا محمد تقی عثمانی	جنوری ۹۴ء
۴۵) اقبالؒ کا تصور اجتہاد	پروفیسر محمد آصف اعوان	فروری/مارچ ۹۴ء
۴۶) خلافت اسلامیہ کا احیا اور اس کے تقاضے	مدیر اعلیٰ	جون ۹۴ء

۴۷) تدبر و حکمت عملی کی ضرورت	سید محمد رابع حسنی	"
۴۸) بنیاد پرستی کی اصطلاح کا اصل پس منظر	پروفیسر غلام رسول عدیم	جولائی ۹۴ء
۴۹) اقبالؒ اور تصوف	مولانا محمد عیسیٰ منصوری	اگست ۹۴ء
۵۰) دینی تحریکات میں باہمی تعاون کی ضرورت	مولانا سعید احمد عنایت اللہ	اکتوبر ۹۴ء
۵۱) نئی نسل کی فکری اصلاح اور ذہنی تربیت	ڈاکٹر محمود احمد غازی	نومبر ۹۴ء
۵۲) غیر اسلامی ماحول میں اسلامی تشخص	ڈاکٹر سید سلمان ندوی	"
۵۳) شیعہ سنی کشیدگی، اسباب اور تجاویز	مدیر اعلیٰ	دسمبر ۹۴ء

مطالعہ مذاہب

۵۴) عہد عتیق میں رد و بدل	محمد اسلم رانا	اکتوبر ۹۳ء
۵۵) "	"	نومبر ۹۳ء
۵۶) کرسمس اور مسیحیت	محمد عمار خان ناصر	دسمبر ۹۳ء
۵۷) ایسٹر سنڈے	محمد یاسین عابد	اپریل ۹۴ء
۵۸) بائبل بے خطا اور بے عیب نہیں	ریورنڈ پال ہاکنز	جون ۹۴ء
۵۹) ہندو صحائف میں نبی اکرمؐ کے بارے میں پیش گوئیاں	داؤد عزیز	نومبر ۹۴ء
۶۰) کنعان سے مصر تک (بائبل کا داخلی تضاد)	محمد یاسین عابد	دسمبر ۹۴ء

متفرقات

۶۱) حرکۃ المجاہدین اور حرکۃ الجہاد کے اتحاد کا تاریخی فیصلہ		دسمبر ۹۳ء
۶۲) علمائے دیوبند اور ترجمہ قرآن کریم	سید مشتاق علی شاہ	فروری/مارچ ۹۴ء
۶۳) مشہد میں مسجد کی شہادت	(بشکریہ تکبیر)	اپریل ۹۴ء

۶۴) شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کی سالانہ تقریب — "

۶۵) لندن کی ایک مسیحی تقریب کا آنکھوں دیکھا حال / مدیر اعلیٰ — ستمبر ۹۴ء

۶۶) افغانی شیعہ اور ایران کی مداخلت — نسیم ایوبی — اکتوبر ۹۴ء

۶۷) ریشمی رومال تحریک — پروفیسر اولف شمل — نومبر ۹۴ء

شخصیات

۶۸) مولانا سندھیؒ کا پچاس سالہ یوم وفات — ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہانپوری — اپریل ۹۴ء

۶۹) امام بخاریؒ (نظم) — سید سلمان گیلانی — مئی ۹۴ء

۷۰) مولانا سندھیؒ کا بچپن — مولاناؒ کی زبانی — ستمبر ۹۴ء

۷۱) مولانا سندھیؒ کے تلامذہ، افادات اور تحریرات / مولانا عبدالحمید سواتی — "

۷۲) مولانا سندھیؒ کی ایک تاریخی تقریر — "

۷۳) کیا مولانا سندھیؒ اشتراکیت سے متاثر تھے؟ / مدیر اعلیٰ — "

۷۴) شاہ ولی اللہؒ ایک تاریخ ساز شخصیت — ذوالفقار علی — نومبر ۹۴ء

۷۵) مولانا سندھیؒ کی یاد میں لندن اور برمنگھم میں تقریبات — "

تعارف

۷۶) چلڈرن قرآن سوسائٹی لاہور — مئی ۹۴

۷۷) جامعہ ازہر مصر — "

۷۸) نافع اربن کوآپریٹو کریڈٹ سوسائٹی لمیٹڈ (بھیونڈی، انڈیا) — جولائی ۹۴ء

۷۹) بیت النصر اربن کوآپریٹو کریڈٹ سوسائٹی لمیٹڈ (بمبئی) — اگست ۹۴ء

۸۰) دنیا کے غیر سودی اسلامی مالیاتی ادارے (فہرست) — "

۸۱) اسلامک دعوہ اکیڈمی (لیسٹر) — "

قافلہ معاد

۱) ماسٹر بشیر احمد کشمیریؒ	مدیر اعلیٰ	نومبر ۹۳ء
۲) مولانا حکیم نذیر احمد آف واہنڈو	"	جنوری ۹۳ء
۳) چوہدری محمد خلیل مرحوم	"	"
۴) مولانا عبد اللطیف بالاکوٹی	"	فروری ر مارچ ۹۳ء
۵) مولانا مفتی عبد الباقیؒ	"	ستمبر ۹۳ء
۶) مولانا منظور عالم سیالکویؒ	"	"
۷) مولانا محمد عبد اللہ درخواستیؒ	"	نومبر ۹۳ء
۸) مولانا سعید الرحمٰن علویؒ	"	"

کلمہ حق (مدیر اعلیٰ)

۱) بیت المقدس اور عالم اسلام	اکتوبر ۹۳ء
۲) عورت کی حکمرانی، ذمہ داری کس پر ؟	نومبر ۹۳ء
۳) صومالیہ کے دینی حلقوں کا استغاثہ	دسمبر ۹۳ء
۴) ارکان پارلیمنٹ کے نام کھلا خط (آئین میں ترامیم)	جنوری ۹۳ء
۵) افغانستان میں عالم اسلام کی آرزوؤں کا خون	فروری ر مارچ ۹۳ء
۶) مسئلہ کشمیر پر قومی یک جہتی کی ضرورت	اپریل ۹۳ء
جناب محمد مسعود اظہر کی گرفتاری	"
۷) پاکستان کے داخلی معاملات میں امریکی مداخلت	مئی ۹۳ء
مسیحی راہ نماؤں سے مخلصانہ گزارش	"
۸) صدر پاکستان کے نام خط (بسلسلہ شمالی علاقہ جات)	جون ۹۳ء
۹) لاؤڈ اسپیکر اور علماء کرام	جولائی ۹۳ء
۱۰) وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے	اگست ۹۳ء

(مغربی فکر و تہذیب اور ہمارے حکمران)

۱۱) ورلڈ اسلامک فورم کا دوسرا سالانہ تعلیمی سیمینار	ستمبر ۹۴ء
۱۲) کچھ "حزب التحریر" کے بارے میں	اکتوبر ۹۴ء
۱۳) مسلم ممالک میں ریاستی جبر کا شکار دینی تحریکات	نومبر ۹۴ء
۱۴) مالاکنڈ ڈویژن میں نفاذ شریعت کی جدوجہد	دسمبر ۹۴ء

تعارف و تبصرہ

۱) قانون دعوت (جاوید احمد غامدی)	محمد عمار خان ناصر	دسمبر ۹۳ء
۲) تقلید جائز اور ناجائز (سید مشتاق علی شاہ)	"	"
۳) احادیث نبوی اور فقہ حنفی "	"	"
۴) فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات	"	"
۵) امام ابو حنیفہؒ پر اعتراضات کے جوابات	"	"
۶) امام ابوحنیفہؒ کا مقام محدثین کی نظر میں	"	"
۷) مجموعہ رسائل مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	"	"
۸) عمدۃ البیان فی احکام رمضان (مولانا محمد اجمل خان)	"	اپریل ۹۴ء
۹) حیات امام اعظم ابو حنیفہؒ (مولانا محمد اجمل خان)	"	"
۱۰) رسول اللہؐ پر درود و سلام (مولانا احمد سعید دہلویؒ)	"	"
۱۱) مقالات سواتی (مولانا صوفی عبدالحمید سواتی)	پروفیسر غلام رسول عدیم	مئی ۹۴ء
۱۲) ڈاڑھی کی شرعی حیثیت (حفظ الرحمٰن الاعظمی)	ابوالحقائق چاریاری	جولائی ۹۴ء

۱۳) رواداری اور دینی غیرت ”
(ڈاکٹر محمد صدیق شاہ بخاری)
۱۴) خزینہ رحمت (مولانا عبداللطیف مسعود) ” ”
۱۵) عقیقہ اور ولیمہ اسلام کی نظر میں ” ”
(مولانا محمد اجمل خان)
۱۶) شاہ جیؒ کے علمی و تقریری جواہر پارے ” ”
(اعجاز احمد سنگھانوی)
۱۷) جذب دل ” ”
(مجموعہ کلام پروفیسر اسرار احمد سہاوری)
۱۸) نقوش ایثارؒ (ثناء اللہ ساجد) ” ”
۱۹) معالم العرفان فی دروس القرآن ” دسمبر ۹۳
(مولانا صوفی عبدالحمید سواتی' جلد ۱۳ و ۱۴)

ورلڈ اسلامک فورم

۱) فورم کے مقاصد اور عزائم مولانا محمد عیسیٰ منصوری اکتوبر ۹۳ء
۲) فورم کی سرگرمیاں (اخباری رپورٹ) ”
۳) فورم کے مرکزی اجلاس کے فیصلے نومبر ۹۳ء
۴) فورم کے زیر اہتمام مغرب میں مقیم مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کے موضوع پر مذاکرہ دسمبر ۹۳ء
۵) امریکی عزائم کے خلاف پہلا علما کنونشن فروری مارچ ۹۴ء
۶) دوسرا علماء کنونشن ”
۷) میڈیا کی جنگ اور اس کے تقاضے (لندن میں فکری نشست) اپریل ۹۴ء
۸) ڈاکٹر سید سلمان ندوی کا دورہ برطانیہ ”
۹) لندن میں فورم کی فکری نشست مئی ۹۴ء

۱۰) گوجرانوالہ میں فورم کی فکری نشست		"
۱۱) لاہور اور ہری پور میں علما کنونشن		"
۱۲) آزادی صحافت کے عالمی دن کے موقع پر گوجرانوالہ میں مجلس مذاکرہ		جون ۹۴ء
۱۳) مغربی میڈیا اور عالم اسلام	(لندن میں مجلس مذاکرہ)	جولائی ۹۴ء
۱۴) توہین رسالت کی سزا اور مغربی لابیاں (لندن میں فکری نشست)		"
۱۵) اسلامک ہوم اسٹڈی کورس	(فورم کا اجلاس)	اگست ۹۴ء
۱۶) مدنی مسجد نوٹنگھم میں جلسہ عام		"
۱۷) فورم کی فکری نشست (رپورٹ)		ستمبر ۹۴ء
۱۸) قاہرہ کانفرنس اور عالم اسلام	(لندن میں فکری نشست)	اکتوبر ۹۴ء
۱۹) فورم کی سرگرمیاں (اخباری رپورٹ)		"
۲۰) گلاسگو میں نظام شریعت کانفرنس	(رپورٹ)	نومبر ۹۴ء
۲۱) فورم کی مرکزی کونسل کا سالانہ اجلاس (رپورٹ)		"
۲۲) فورم کی سرگرمیاں	(رپورٹ)	"

الشریعہ کی جلد ۵

(اکتوبر ۹۳ء تا دسمبر ۹۴ء)

محدود تعداد میں دستیاب ہے۔

قیمت: ۱۲۵ روپے۔ بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک: ۱۵۰ روپے

ترسیل زر کے لیے: مینجر ماہنامہ الشریعہ' مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

خط و کتابت کے لیے: ماہنامہ الشریعہ' پوسٹ بکس ۳۳۱ گوجرانوالہ

فون رفیکس: ۲۱۹۶۹۳

REGD. L NO. 8736
MONTHLY
AL-SHARIA
GUJRANWALA-PAKISTAN
© 219663

مالاکنڈ ڈویژن اور باجوڑ ایجنسی میں

شریعتِ اسلامیہ کے نفاذ کا مطالبہ

ملک بھر کے غیور مسلمانوں اور نوآبادیاتی نظام کے ستائے ہوئے مظلوموں کے دلوں کی آواز ہے اور

نفاذِ شریعت کا مطالبہ کرنے والوں پر ریاستی تشدد

قیام پاکستان کے بنیادی مقصد سے انحراف اور دینی تقاضوں سے گریز ہے ہم مالاکنڈ ڈویژن اور باجوڑ ایجنسی کے مجاہدین شریعت کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرتے ہیں اور پورے ملک میں برطانوی استعمار کے منحوس ورثہ نوآبادیاتی نظام کے خاتمہ اور

شریعتِ اسلامیہ کے مکمل نفاذ کا مطالبہ کرتے ہیں

تمام مکاتب فکر کے دینی راہنماؤں سے اپیل ہے کہ وہ اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے متحد ہو جائیں اور نفاذ شریعت کی بالادستی اور نفاذ کے لیے حقیقی اور عملی کردار ادا کریں

(مولانا) عبدالرؤف ملک سیکرٹری جنرل متحدہ علماء کونسل پاکستان

اے ۲/۸۴ جبیب اللہ روڈ گڑھی شاہو لاہور فون: ۶۳۶۳۱۰۲